لِلّٰہِ الحمدُ والمنّۃ

کہ مضامین بلاغت آگین و اشعار آبدار

از

ناثر عدیم المثال و ناظم باکمال حضرت ناظر سلمہ اللہ و القاہ

مسمّٰی بہ

ملفوظات ناظر

مرتبہ

منشی محمد صادق حسین صاحب زبیری منیجر صادق نیوز اینڈ سپلائی ایجنسی خیر نگر میرٹھ

در

مطبع شمس الانوار میرٹھ حلیہ طبع پوشیدہ

و مطبوع خلائق شد

قیمت فی جلد کاغذ قسم اول ۸؍ قسم دویم ۶؍ علاوہ محصولڈاک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باسمہٖ سبحانہٗ

ہماری قوم کے راسخ العقیدہ بزرگون اور روشن خیال نوجوانون مین محض پولیٹکل عقیدہ کی بنا پر اختلاف رائے نے یہان تک ترقی کی کہ احراری و استبدادی دو فریق ہوگئے کسی کو مستبد کہنا ایک طرح پر اسکی توہین کرنا ہے۔ مگر خیالات کی رو مین اسکی پرواہ کون کرتا ہے۔ یہ غنیمت ہوا کہ راسخ العقیدہ حضرات نے اپنے فریق مخالف کے لئے کوئی ایسا خطاب تجویز نہین کیا ورنہ بدمزگی شاید اور ترقی کرجاتی۔ تاہم اس اختلاف کا یہ نتیجہ ہوا کہ روزنامہ زمیندار و ہمدرد نے خان بہادرون۔ آنریبلون مستند وفادارون کے چہرون کو اپنے مذاق کی مطابق بے نقاب کرنے مین کوئی کمی نہین رکھی۔ یہان تک کہ ہمدرد نے ملفوظات حاجی بغلول کو کتابی صورت مین شائع کرکے نوجوان دوستون کی ضیافت طبع کا کافی سامان مہیا کردیا۔

جب یہ صورت تھی تو فریق مقابل کا زیادہ سکوت ممکن نہ تھا چنانچہ قدامت پسند حضرات نے بھی اپنے خیالات کا مختلف طریق پر اظہار کیا ان صاحبان کے منجملہ حضرت ناظر کے

مضامین نے جو روزانہ پیسہ اخبار مین مدت تک شائع ہوتے رہے ہین متانت وظرافت
کے بین بین ایسا رنگ اختیار کیا تھا کہ خیالات کے اعتبار سے نسہی طرز بیان کے
لحاظ سے احراری وابراری دونون گروہون مین بنظر شوق دیکھے گئے اور ایک مدت
تک بزم سخن کی گرم بازاری کا باعث ہوئے - اخباری مضامین کی چندروزہ عمر کا
اندازہ کرتے ہوئے بعض مہربانون کی خواہش تھی کہ یہ مضامین ایک رسالہ کی صورت
مین مدون کردیئے جائین کہ ادب اردو مین ایک دلچسپ اضافہ ہو جب
اس خواہش نے اصرار وابرام کی صورت اختیار کی تو مجھے اپنے محترم دوستون کی
تعمیل ارشاد کے سوا چارہ نرہا - ان مضامین کا وہ حصہ جو آرین جرائد کے
جواب مین لکھا گیا ہے مین نے جدا کردیا ہے اگر ناظرین کرام کی خواہش ہوئی
تو وہ جداگانہ انشاءاللہ تعالیٰ شائع کردیا جائے گا اس کے سوا مین نے تمام
نظمون کو ایک جگہ جمع کیا ہے - اور ان کو اشاعت کے اعتبار سے نہین
بلکہ حروف ہتجی کی ترتیب سے رکھا ہے - خدا کرے یہ رسالہ ناظرین کے تفنن طبع
کا باعث ہو اور صرف اُسے نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے جس کو پیش نظر رکھکر یہ
شائع کیا جاتا ہے -

خاکسار

محمد صادق حسین خیر نگر میرٹھ

غیر معمولی کمال

ہم سخن تیشہ نے فرہاد کو شیرین سے کیا — جس طرح کا کہ کسی مین ہو کمال اچھا ہے
اب وہ مسخرت نہ سخافت ہے نہ کم بینی ہے — لوگ کہتے ہین کہ ہمدرد کا حال اچھا ہے
اب زمیندار بھی مداح ہوا ہے اس کا — خوب آغا: تھا اور اُس سے مآل اچھا ہے
جلد چھاپے کہین ہمدرد کلامِ بہلول — اس سے بہتر ہے نہ حالی نہ جلال اچھا ہے
خوگرِ عیش نہ ہوگا دل محروم نشاط — واسطے اس کے غم اچھا ہے ملال اچھا ہے

روزنامہ زمیندار لاہور ہمدرد دہلی کا جو شروع جولائی ۱۹۱۴ء سے ٹائپ کی عوض لیتھو پتھر پر شایع ہونے لگا ہے۔ خیر مقدم کرتا ہوا لکھتا ہے :-

"ہمارے معزز ہمعصر نے یکم جولائی کے پرچہ مین اپنی پالیسی کی تجدید کرتے ہوئے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ہم آج پھر یہ کہتے ہین۔ کہ خواہ کیسی ہی میٹھی پھیکی کیون نہو۔ ہم اپنے ناظرین کو وہی غذا دینگے جو ان کی صحت کے لئے مفید ہو۔ اگر جامع مسجد کی سیڑہیون کے کباب درکار ہون اور چٹ پٹی مزیدار گرما گرم بارہ مسالہ کی چاٹ کی ضرورت ہو تو اس کی فرمایش کسی اور سے کیجئے۔ یہ سودا اس دوکان پر نہ ملے گا؛ ہم خیال کرتے ہین کہ یہ جملے ہمارے معزز ہمعصر نے ازراہ کسر نفسی لکھدیئے ہین۔ کیونکہ اس سے پہلے وہ تجاہل عامیانہ کا مستقل عنوان قایم کر کے اپنے ناظرین کی ضیافت طبع کا ایسا چٹ پٹا سامان بہم پہونچا چکا ہے جس کے سامنے جامع مسجد دہلی کی سیڑہیون کے کباب بھی کوئی حقیقت نہین رکھتے۔ ہمارا خیال ہے کہ دہلی مین رہکر مُرغ مرحون سے بچنا مشکل ہے اگر ہمارا معزز ہمعصر روکھی پھیکی غذا سے اپنے ناظرین کے کام و دہن کی تواضع کرنے مین کامیاب ہوگیا۔ تو ہم اسے اسکا غیر معمولی کمال سمجھین گے جن اخبارات پر اودھ پنچ مرحوم کا سایہ پڑگیا ہو ان کے لئے کسی مضمون کا متانت و سادگی سے تحریر کر دینا واقعی ایک غیر معمولی کمال ہے۔

زمیندار اس مرحلے کو طے کرتا ہوا جو مشکلات اٹھا رہا ہے ان کا اندازہ کر کے اس نے ہمدرد کے

وعدہ تجدید پالیسی اور اظہار سادہ نگاری کی نسبت جو کچھ لکھا وہ صحیح ہے اور بالکل صحیح - مگر سُرخ مرچون کے مذاق کو قیام دہلی سے وابستہ سمجھنا غلط ہے اور یقیناً غلط - جن صاحبون کو چٹ پٹا مسالہ اور سُرخ مرچون کے بدون لطف نہین آتا - وہ لاہور دہلی - کلکتہ - بمبئی وغیرہ وغیرہ ہر جگہ اپنی ضیافت طبع کا سامان مہیا کر لیتے ہین - غرض اس کا انحصار ہر شخص کی عادت و خصلت پر ہے مقام و محل کا اس مین کچھ دخل نہین - جو باکمال انسان ایک پرچہ بھی کرم فرماؤن کی کرم فرمائی اور مخبر و مترجم کی توجہ نمائی کے بغیر اور کسی "قابل فاضل" اور "حاجی و مولوی ہمعصر" پر نکتہ چینی و خوردگیری کے بدون نہ لکھ سکین - انہین سمجھ لینا چاہیئے - کہ سرخ مرچین آسانی سے پیچھا چھوڑنے والی نہین ۵

ہو عیب کی خو یا کہ ہنر کی عادت
شکل سے بدلتی ہے بشر کی عادت
چھٹتے ہی چھٹے گا اس لگی کا جانا
عادت اور وہ بھی عمر بھر کی عادت

ہمدرد کا زمیندار کو مذاق عوام کا پیرو بتلا کر خود تنجاہل عامیانہ "ملفوظات حاجی بغلول" وغیرہ گویا رکیک و سخیف مضامین شائع کرنا - اور زمیندار کا آنریبلون - خان بہادرون اور مستند وفاداران ملت فروشون - حاجی ٹرسٹی - حاجی ہمعصر جیسے لطیف اشارات و کنایات کو بھلا کر سرخ مرچون پر توجہ دلانا بیسوین صدی کا غیر معمولی کمال ہے - غالباً ہمدرد مین یہ کمال مولانا عبد الحلیم صاحب شرر (موجد ظریف آنجہانی و مخترع حالات دربار رام پور) کی چندروزہ فیض صحبت سے پیدا ہوا تھا - مگر زمیندار قدرتی و طبعی طور پر ہی باکمال ہے - کہ ہمدرد سے کسی طرح گھٹ کر نہین رہا - ہمدرد و زمیندار گو از راہ اخلاق ایک دوسرے کے صفت و ثنا مین سرگرم ہین - مگر حق یہ ہے کہ دونون ہی غیر معمولی کمال رکھتے ہین -

آثار زندگی

لب خشک - رنگ زرد - ہر ایک عضو داغ داغ
اچھی نہین یہی ہین جو آثار زندگی
طول مرض سے تنگ جو آئے ہین چارہ ساز
کیا کیا سبک ہوا ہے گران بار زندگی

دیکھی ہے جب سے مردہ دلی اک عزیز کی | مجھکو بھی ناگوار ہے قرار زندگی
مسلم گزٹ کا یار جنازہ نکال کر | اس کو قرار دیتے ہین معیار زندگی
معیار زندگی جو یہی ہے تو دوستو! | مین بہول کر نہون گا طلبگار زندگی
آثار زندگی کے سمجھنے کا مدعی | ہرگز نہین ہے واقف اسرار زندگی
آئے ہین جو لوگ ضمانت کے دام مین | اُنکے لئے ہے آپ کو انکار زندگی

زمیندار لاہور اپنے ہمقلم نقاد آگرہ سے الجھتا ہوا۔ اور اُس کے قابل ایڈیٹر حضرت دلگیر کو اپنے لب ولہجہ و مذاق کے مطابق بار بار "دلگیر ایڈیٹر" لکھتا ہوا رقمطراز ہے:۔

"ہم اب بھی یہی کہتے ہین کہ مسلم گزٹ مین زندگی کے آثار تھے اگر بقول ایڈیٹر صاحب نقاد اُس مین زندگی کے آثار ہوتے تو لکھنؤ کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو اُس سے دو ہزار ضمانت طلب کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ یہ رقم کثیر مسلم گزٹ سے محض اس لئے مانگی گئی ہے کہ اُس مین زندگی کے آثار پائے جاتے تھے"

جو خیال زمیندار نے ظاہر کیا ہے وہ کسی قدر تشریح طلب ہے۔ ایک صاحب فراش کے بالین پر طبیب بیٹھا ہوا ہے۔ تیمارداروں مین کوئی دوا تیار کر رہا ہے۔ کوئی مریض کے ہاتھ پاؤن سہلاتا ہے۔ کوئی غشی دور کرنے کے لئے ہوا دیتا ہے۔ بیشک ابھی مریض مین کچھ کچھ آثار زندگی موجود ہین۔ ورنہ ایک جسم بیجان۔ ایک جسد مردہ کے واسطے اس قسم کی جد و جہد کی ضرورت نہ تھی۔

دوسرا مریض جوش جنون مین ہمسایون پر حملے کر رہا ہے راہ چلتون کو گالیان دیتا ہے۔ اپنے پرائے کو مارنے دوڑتا ہے اس ناگوار حالت کا خاتمہ کرنے کے لئے کوئی عزیز طوق و سلاسل لاتا ہے۔ کوئی دوڑا ہوا فصاد کے پاس جاتا ہے۔ کوئی ڈاکٹر صاحب کو بلانے کی رائے دیتا ہے۔ کوئی مجنون کو کوٹھری مین دھکیل کر باہر قفل ڈالتا ہے اور کوئی سر بسجود ہو کر نہایت خضوع و خشوع سے دعائے صحت مانگتا ہے۔ یہ شخص بھی زندہ ہے۔ ورنہ فصاد اور ڈاکٹر کے عوض غسال و گورکن طلب ہوتے اور دعائے صحت کی جگہ دعائے مغفرت کی جاتی۔

دونون مریض زندہ مین گو ایک بستر مرگ پر پڑا ہوا سسک سسک کر زندگی کے دن پورے کر رہا ہے

اور دوسرا دارفتگی و بیخودی مین زندون سے زیادہ حرکت اعضا سے کام لے رہا ہے۔ ہان!
ہان! یہ سب آثار زندگی ہین مگر علامات صحت نہین۔ ان لوگون کی زندگی پر کوئی دشمن عقل نازان۔ اور
عدوے خرد فرحان ہے۔ تو وہ اپنی نادانی کا خود ثبوت دے رہا ہے۔ اور ان واجب الرحم مریضون
کی چارہ سازی کے قابل نہین جن اخبارات سے ضمانت طلب کی گئی۔ جن ایڈیٹرون کو بار بار
سمجھانے کی ضرورت پیش آئی۔ جن سخت نگار و تلخ گفتار پرچون کو ضمانت اور پریس کی ضبطی کا
ناگوار جام پینا پڑا اُن کی زندگی قابل رشک نہین اُن کی حالت لائق مبارکباد نہین۔ وہ جان بلب
مریضون کی طرح زندہ ہین۔ وہ سخت جان بیمارون کی مانند قومی تیمارداروں کیلیے سوہان روح ہین
کیا یہ زندگی درحقیقت کوئی خوشگوار زندگی ہے۔ کیا اسطرح کوئی قوم معراج الکمال پر پہونچ سکتی
ہے۔ اگر زمیندار کے نزدیک مسلم گزٹ مرحوم کے آثار زندگی بھی ایک جان توڑنے والے مریض کے مشابہ
تھے تو یہ خیال درست ہے۔ لیکن اگر زمیندار طلبی ضمانت و ضبطی پریس کو کوئی قابل فخر بات سمجھ رہا ہے
تو ہم بافسوس تمام اختلاف کرتے ہوئے یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہونگے کہ مولوی سراج الدین احمد صاحب
مرحوم و مغفور کے زمانہ مین زمیندار مردہ تھا۔ جو اپنے موجودہ ایڈیٹر کی مسیحا نفسی سے حیات تازہ
پاکر آثار زندگی دکھلانے کے قابل ہوا ہے اسکے ساتھ ہمین یہ ماننا پڑیگا کہ ہندوستانی پریس کا بڑا
حصہ مُردہ ہے۔ جو صاحبان ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اُس سے رقم کثیر کی ضمانت طلب نہین کرتے۔ خدانخواستہ
یہ معیار قایم ہو جائے تو ہمین جگانتر۔ بندے ماترم۔ لبرٹی جیسے بدنام جراید کی ڈبل زندگی کا قائل
ہونا پڑے گا جنکی شرریزی کی روک تھام کی خاطر گورنمنٹ کو طلبی ضمانت و ضبطی پریس سے کچھ
تاید کرنا پڑا ہے۔ مرحوم مسلم گزٹ کی مرگ بے ہنگام پر ہم اشک حسرت بہاتے ہوئے۔ اُسکے سخت جان
ہمخیالون کے واسطے صراط مستقیم پر چلنے کی دعا کرتے ہین۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم
کاش! یہ آثار زندگی کے صحیح معنی سمجھین۔ اور کھو کر تو کچھ سیکھین نافہم پبلک کے مذاق کی پیروی سے
اشاعت بڑہ سکتی ہے مگر ذاتی عزت و وقار اور قومی اغراض و مقاصد کو یقیناً نقصان پہونچ
جاتا ہے۔

ترے بے مہر کہنے سے وہ تجھ پر مہربان کیون ہو؟

کیا واقعی سر مائیکل اوڈوائر کی گورنمنٹ زمیندار سے ناراض ہے؟

افسوس ہے کہ غریب وداجب الرحم زمیندار لاہور اپنے جھگڑون اور ذاتی ڈیفیس سے اس قدر فرصت ہی نہین پاتا کہ ملکی وقومی اہم معاملات پر کچھ لکھ سکے۔ اس۔ دعوے کی دلیل درکار ہو تو ۱۲ شعبان المعظم سنہ ۱۳۳۲ھ کا پرچہ دیکھئے چھ صفحون مین صرف ایک صفحہ ایڈیٹر صاحب کو اظہار خیالات کے لئے ملا تھا۔ وہ قریباً کل ہی بیکار بحث مین صرف ہوگیا ہے ½ ا کالم اخبار کامریڈ کا ایک مضمون مقالیہ افتتاحیہ کے عوض نقل کرنے مین خرچ کرلیا گیا۔ اور اسی قدر جگہ مین خود ایڈیٹر صاحب نے جوہر طبع دکھلائے ہین کامریڈ کے مضمون کا عنوان ہے "سرکاری مترجم کا قلم پریس ایکٹ سے بھی زیادہ خوفناک ہے" کامریڈ سے زمیندار گھٹ کر رہنا نہ چاہتا تھا اسلئے وہ اپنے مضمون کی یہ سُرخی قرار دیتا ہے کہ۔ "کیا کوئی طاقت ہمین سرکاری مترجم کی مہلک غلط بیانی سے بچا سکتی ہے؟" یہ دونون مضمون ایک ہی سلسلہ کی کڑیان اور ایک ہی شجر کی شاخین ہین جن مین بخیال خود ایک غلط فہمی کے ازالہ کی سعی کی گئی ہے۔ زمیندار اپنے مضمون کے اخیر مین لکھتا ہے۔ "اگر زمیندار انگریزی مین شایع ہوتا تو ہم ہز آنر کے پرائیویٹ سکریٹری سے یہ درخواست کرتے کہ از راہ کرم زمیندار کے متعلق اپنا بیان واپس لین اور ہماری چٹھی کی نقل اُن اخبارات کو بھیج دین جنھین ہز آنر کے پرائیویٹ سکریٹری صاحب اپنی چٹھی بھیج چکے ہین۔ لیکن ہماری قسمت کی باگ تو باغ۔ جڑ اور شاخ کے تباہ کرنے والے کے ہاتھ مین ہے ہان! ہمدرد کے اس فقرہ کا اعادہ کرنے مین ہمین کوئی تامل نہین ہو سکتا۔ "زمیندار کے ساتھ جو طرز عمل پنجاب گورنمنٹ کا اب تک رہا ہے۔ اور جو سلوک اُسکے ساتھ کئے جا چکے ہین اُن پر نظر کرتے ہوئے یہ خیال مضحکہ انگیز اور قطعاً ناقابل تسلیم معلوم ہوتا ہے کہ اُسکے ساتھ گورنمنٹ کی جانب سے کوئی عملی ہمدردی تلطف کے طور پر ہونا ممکن ہے" اگر مذکورہ بالا فقرہ مین حسب ذیل الفاظ کا اضافہ کردیا جائے تو یہ اور بھی مکمل ہو جائیگا۔ "اگر ہم اس خوفناک غلطی کو پیش نظر رکھین جس مین سرکاری مترجم صوبہ کے سب سے بڑے

حاکم کو بھی آسانی کے ساتھ مبتلا کر سکتا ہے۔ تو پھر وہ منحوس گھڑی دور نہین۔ جبکہ زمیندار کی کشتی تیسری مرتبہ ضبطی کے بھنور مین پڑ جائے؟ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ ہز آنر سر مائیکل کی گورنمنٹ زمیندار سے سخت ناراض ہے۔ اور یہ ناراضگی زمیندار کی ضمانت اور زمیندار پریس کی ضبطی کی شکل مین ظاہر ہو چکی ہے اسلئے تمام ہندوستان اور بالخصوص شمالی ہند مین اس تازہ افواہ کا اُڑنا کوئی غیر معمولی اور حیرت انگیز بات نہین کہ ہز آنر سر مائیکل اوڈوائر زمیندار کو حرف غلط کی طرح مٹا دینے پر تلے ہوئے ہین۔ لیکن ہم اس افواہ کو فی الحال ایسا ہی بے بنیاد خیال کرتے ہین جیسا کہ شمالی ہند کی اس افواہ کو جسکی تردید ہز آنر سر مائیکل اوڈوائر کیطرف سے سرکاری طور پر کر دی گئی ہے"۔ زمیندار کے اس قدر کہہ چکنے کے بعد بھی اُس کا کچھ نہ سیکھنا قابل افسوس ہے کیا اُسکو آج تک ایسے قومی و ملکی اصلاحی و معاشرتی مضامین نہین مل سکے جسپر سرکاری مترجم کو خامہ فرسائی کی ضرورت ہی نہو۔ پالیٹکس مین اگر وہ خام ہے تو دوسرے صایب الرائے اخبارات کے نقش قدم پر چلنے سے یہ کمی پوری ہو سکتی تھی مگر۔

توخود را گمان کردہ پر خرد ٭ انانے کہ پر شد دگر چون برد

کیا وہ سمجھتا ہے کہ سر مائیکل کا مرتبہ یا زمیندار کی دریدہ دہنی سے ڈر جائینگے یہ مسلم کہ گورنمنٹ پنجاب زمیندار سے خوش نہین۔ یہ مسلم کہ اس ناراضی کا اظہار ضبطی ضمانت و پریس کی شکل مین ہو چکا ہے لیکن یہ ناراضی مستقل و دائمی نہین جو زمیندار کے لب و لہجہ و پالیسی کی درستی کے بعد بھی دور نہ ہو سکے۔ زمیندار کی کیا خصوصیت ہے۔ جس اخبار کی بابت بھی بے راہ روی کا خیال ہوگا۔ ایک دانشمند گورنمنٹ اسکو نظر عتاب سے دیکھیگی۔ اس نظر عتاب سے بچنے کا علاج ہے تو یہی کہ اپنے لب و لہجہ کی اصلاح کی جائے۔ اور وفاداری و خیرسگالی کا نقش گورنمنٹ کے دل پر بٹھلایا جائے نہ یہ کہ بعض مہمل و لیچ افواہون کو شہرت دیکر کوئی امید فلاح رکھی جائے۔ ان افواہون کے اُڑانے والے نہایت نافہم و ناعاقبت اندیش نادان ہین۔ وہ سمجھتے ہین کہ اگر پہلے سے پیش بندی کر دی جائے تو گورنمنٹ آئندہ غلطیون پر ایکشن لینے سے رُک جائیگی۔ لیکن یہ صرف ان نادانون کی سمجھ کا پھیر ہے۔ کوئی مضبوط دل و دماغ کا انسان اور کوئی ذمہ دار افسران خالی کارتوسون سے نہین ڈر سکتا۔ اور بالخصوص

وسپہ سالار جانتے ہین اور سماجی دوستون کی طرح اس آخری جگ کے رشیون کے سوامی دیانند صاحب و سوامی ورجانند صاحب) کو حضور ممدوح سے اشرف و افضل نہین سمجھتے۔ بہر حال گو ہمارا خیال تو صحیح نکلا۔ مگر زمیندار کی پالیسی ایک طور پر ضرور کامیاب ہوئی۔ یعنی وہ بعض آریہ پرچے جو مسلمانون کو متعصب و تنگ نظر اور سر سید مرحوم جیسے بھی خواہ ملک کو ننگ بھارت اور کوتاہ بین کہنے مین کسی قسم کی جھجک محسوس نہ کرتے تھے۔ وہ زمیندار کی بلند نظری و وسیع الخیالی و ملکی ہوا خواہی کے گن گانے لگے آریہ گزٹ جس نے تاجدار کابل کے دربار صاحب امرتسر مین پانچسو روپیہ نذرانہ دینے کو ایک معمولی کاروائی سے بڑھکر وقعت دینا نچاہا تہا وہی آریہ گزٹ ۲۵ روپے کے ہدیہ کا شکر گذار نظر آنے لگا۔ گویا جو نتیجہ شاہان اسلام کی سالہا سال کی عنایتون اور پدرانہ و ہر بیانہ انعام و اکرام سے پیدا نہ ہوا تھا وہ زمیندار کے ہدیہ و تحفہ سے نکل آیا غرض اس قسم کی دنیاوی حکمت عملی زمیندار کی طرف سے ہو یا کسی اور احراری نمبر کی جانب سے ہو۔ ہم اسکو استحسان و امتنان کی نظر سے دیکھتے ہین۔ مگر مذہبی مسئلہ مین کسی حریت پسند دوست کی دراندازی کو مسلمان کبھی حالت مین بھی گوارا نہین کرسکتے۔ ان باتون کا نتیجہ کچھ نکل سکتا ہے۔ تو یہی کہ ایک پولٹیکل جماعت یہ تحریرات حکام کو دکھلائے اور ذبیحہ و قربانی کو مسلمانون کے تعصب پر مبنی بتلا کر اس کے روکنے مین کامیاب ہو جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانون کو اغیار و اجانب سے اس قدر نقصان نہین پہنچا جس قدر بعض اپنے ہی عزیزون اور دوستون سے پہنچا ہے۔ جنہون نے زمیندار کے الفاظ مین اپنی سنہری روپہلی مصلحتون پر قوم کی مصلحتون کو قربان کردیا ہے۔ ؎ من از بیگان گان ہرگز نہ نالم ٭ کہ با من آنچہ کرد آن آشنا کرد

نمبر (۲)

اس سلسلہ کا پہلا نمبر لکھکر مین نے خاموشی کا عزم کرلیا تہا مگر زمیندار مطبوعہ ۲۶ اکتوبر پھر مجھے اظہار خیالات پر مجبور کررہا ہے یہ معزز جریدہ آئین اکبری کے حوالہ سے اس شاہانہ عنایت اور عاقلانہ روا داری و سالمت کی یاد دلاتا ہے جو وسیع الخیال اسلامی حکمران اپنے عزیز محکومون کے ساتھ باوصف ہر قسم کے غلبہ و اقتدار کے روا رکھتے تھے۔ یعنے شاہی وقت مین جانوران ماکول اللحم کے مذبح آبادی سے باہر ہوا کرتے تھے اور گوشت نہایت احتیاط کے ساتھ شہر مین لایا جاتا تھا یہی نہین بلکہ اکبر اعظم نے ذبح بقر

کی بھی ممانعت کردی تہی جو عہد جہانگیری و شاہجہانی مین برابر قایم رہی۔ حضرت عالمگیر غازی کے زمانہ مین یہ بندش اگرچہ ڈھیلی ہوگئی تاہم بقول زمیندار "تاریخ سے کوئی ثابت نہین کرسکتا کہ ان ایام مین گائین محض ہندوؤن کی آزار رسانی کے لیئے ذبح کی جاتی تہین۔ یا قصاب گائے کے گوشت کا بازارون مین علی الاعلان گشت کراتے تھے کہ ہندوؤ کا شیشۂ تخیل پاش پاش ہوجائے"

آئین اکبری کی اطلاع بھی درست اور زمیندار نے اس سے جو نتیجہ نکالا وہ بھی صحیح۔ مگر سوال ہے تو یہ۔ گورنمنٹ برطانیہ کے عہد معدلت مہد مین جانوران ماکول اللحم کے مذبح کس کس شہر کے وسط مین بنائے گئے۔ اور کن کن مقامات مین گوشت کے بے احتیاطی کے ساتھ لانے کی اجازت دی گئی ہے؟ گو بعض حق ناشناس احسان فراموش و ناسپاس اسکو تسلیم نہ کرینگے۔ تو بھی زمیندار کا یہ خیال درست ہے کہ ہندوؤن کی دل آزاری حضرت اورنگ زیب کے عہد مسعود و محمود مین روا نہ رکھی جاتی تہی لیکن خدا کے لئے ہمین تبلایا جائے کہ موجودہ زمانہ مین وہ کون کمبخت مسلمان ہے جو "گائے کے گوشت کا بازارون مین علی الاعلان گشت کراتا ہے" اور فتنہ نوازی مین "گائے کے جلوس" کو بھی پس پشت ڈالدیتا ہے۔ اگر ایسا نہین اور یقیناً نہین تو زمیندار کے مضامین کی علت غائی کا سمجھنا ہمارے لئے دشوار ہے۔

روزنامہ زمیندار آگے چل کر اکبری گاؤخانہ کا حال لکھتا ہے جہان سلطنت کی جانب سے دانہ گھاس کا انتظام تہا۔ اور بکمال تندہی و سرگرمی سے گائے بیل کی پرورش کرائی جاتی تہی۔ مگر اس رحمدلی و گاؤ پروری بلکہ رعایا نوازی کا صلہ بعض عزیزان وطن کی جانب سے اُس شہنشاہ مرحوم کو جس کی ہڈیان تک طعمۂ خاک ہو چکی ہونگی کیا دیا جاتا ہے۔ کاش زمیندار اس شریفانہ صلہ اُس عزیزانہ ہدیہ سے واقف ہوتا۔ اورنگ زیب جابر تہا۔ ظالم تہا۔ بت شکن اور دشمن ہنود تہا۔ بہتر ہے اُسپر گالیون کی بوچھار کیجیئے۔ مگر گاؤ پرور اکبر نیم مغل و نیم راجپوت جہانگیر و شاہجہان وغیرہ کیون زیر عتاب ہین اور ان پہ کیون الزام و بہتان اُٹھائے جاتے ہین؟ احراری پرچے واقف ہونے کے بعد بھی اگر ان باتون سے اغراض و اغماض کرتے ہین تو اُن کی اسلامی حمیت پر حیف۔ اور اگر باین دعویٰ رہبری قوم وہ ان حالات سے بے خبر ہین تو قوم کی کم طالعی و سیہ بختی پر افسوس آتا ہے

کعبہ لیئے جاتا ہے مجھے دیر کے بدلے ۔ ہم گمشتگی راہ ز اکو کوئی دیکھے ۔ ہے فتنہ نوازی کا گلا ذبح نہ ہین کہ اس رہبر کامل کی ادا کوئی دیکھے

مسلمان صاحب اختیار ہونے کے باوصف جس سلوک کے عامل رہے وہ ہمارے لئے قابل فخر بھی ہے اور لایق تقلید بھی مگر کیٔی سنگدل شرافت مجسم مہاشے ہمین بتلا رہے ہین کہ اسلامی تاریک روشنی مین کسی مسلمان کو حُسن عمل کی توفیق نہین ہوئی بلکہ مظلوم ہندوؤن کے گلے مین اول لحم البقر کے ٹکرے باندہے گئے پھر اُن ناکردہ گناہون کو تہ تیغ کیا گیا۔ کہین اُن کے سرون سے روشنی کا منیار بنایا گیا کہین میدان جنگ مین بے زبان گائے بیل بطور آڑ کے کہڑے کئے گئے۔ یہ مہاشے بھی بزعم خود مصلح ہین محقق و مورخ ہین۔ امن پسند و صلح جو ہین۔ راست گفتاری و حق نگاری خضر راہ ہدایت جانتے۔ اور افترا پردازی و بہتان تراشی کو کمینگی و شیطنت مانتے ہین۔ اس صورت مین پبلک یہ نتیجہ نکالنے سے معذور ہے کہ آیا شاہان اسلام کا برتاؤ ایسا کریمانہ مربیانہ و شفیقانہ تہا جیسا کہ راعی کا رعایا کے ساتھ ہونا چاہیئے جس کی یاد ہمین زمیندار دلا کر فتنہ نوازی سے پرہیز کی رائے دیتا ہے یا غریب ہندو مظلوم ہندو ایسے بیدست و پا ہو گئے تھے کہ وہ تمام بیان کردہ مظالم سہتے پہر بھی کان ہلانے کی طاقت نہ رکہتے تھے اور محض مجبورانہ یا منافقانہ طور پر اپنے حکمرانوں کو ان داتا کہتے اور وفاداری کا اقرار کرتے تھے۔ یہی نہین بلکہ ان کے لئے دشمنون سے لڑتے تھے۔ اور اُن سے رشتہ ناطہ قایم ہو جانے کو اپنی سعادت جانتے تھے۔ تاریخ ہند و شرفائے ہنود و حکام و عمال کے کارنامون سے مزین ہے۔ یہ جان نثاری یہ وفاداری اپنے خداوندان نعمت کے حُسن عمل سے پیدا ہوئی تھی یا اُن کے جبر و قہر سے اس کا فیصلہ آسانی سے ہو سکتا ہے اگر بعض مہاشہ یہ بتلا دین کہ موجودہ زمانہ مین ہندوستان کی مسلم وفاداری کی بنیاد کیا ہے۔

مضمون زیر بحث کے دوسرے حصہ مین زمیندار ہم کو بتلاتا ہے کہ عرب مین زیادہ تر اونٹون کی قربانی کا دستور تھا جس کا رواج زمانہ رسالت مین بھی رہا۔ اور سلاطین ہندوستان بھی اسی کی تقلید کرتے رہے لیکن آج یہ رواج مسلمانان ہند مین مفقود ہے۔ کیون؟ محض اسلئے کہ اُنکے مصالحہ و فواید ذبیحۂ شتر کے مقتضی نہین۔ یہ حکیمانہ انکشاف شاید صحیح ہو۔ اور مسلمانان ہند اونٹون پر اسباب تجارت بار کرکے افغانستان و ایران روس و عرب وغیرہ تک لیجاتے ہون یا اندرون ملک مین شتری سروس جاری کرکے کوئی تاجرانہ سلسلہ قایم کر رکہا ہو۔ زمیندار اسکی مختصر سی تشریح بھی کر دیتا تو اُسکی تحریر خوشنما الفاظ کا مجموعہ ہونے کے عوض مطلب

دمعنی رکھنے کا طغرائے امتیاز حاصل کرلیتی۔ کیا اچھا ہو اگر وہ آئندہ سیدھے سادھے صاف جملون مین اپنا مفہوم
ادا کرے تا کہ مسلمان سمجھ جائین کہ پرورش جمل سے اُن کے کون سے مصالح و فوائد وابستہ ہین اور ذبیحہ بقر کے
بند کردینے کے بعد کس قسم کا مالی واقتصادی نفع اُنہین پہنچ سکتا ہے۔ جیسا کہ ذبیحہ شتر کے بند کر دینے سے پہنچا۔
زمیندار کے نزدیک آجکل کے "پرشور و غوغائی مسلمان" جو گائے کی قربانی پر زور دے رہے ہین خواہ کتنے
ہی کشتنی و گردن زدنی ہون۔ مگر حقیقت و واقعیت اس کے خلاف ہے۔ مسلمان شور و غوغا سے مجتنب
رہکر خاموشی سے ایک مذہبی رسم ادا کرنا چاہتے ہین جس کو وہ سالہا سال سے ادا کرتے رہے ہین۔ مگر بعض
عزیزان وطن محض پولٹیکل وجہ سے اُن کے خلاف ایجی ٹیشن پھیلا رہے ہین اور اُن مہربانون کے وظیفہ خوار
یا محبان صمیم اپنی سنہری روپہلی مصلحتون کی بنا پر اُن کی ہان مین ہان ملا کر ضمیر فروشی و قوم فروشی پر اتر آئے
ہین۔ ورنہ خود زمیندار ہی اپنی کسی اشاعت گذشتہ مین یہ سوال کیون پیش کرتا کہ (۱) "ہندوستان مین
گائے کی قربانی کا رواج صدیون سے چلا آتا ہے اور اس سے قبل کبھی یہ امر ہندو مسلمانون مین کشاکشی کا
باعث نہین ہوا۔ پھر آج کیون اسمین شورش انگیز جذبات آگئے ہین"۔ (۲) انگریز حکام و افواج مین علانیہ بیف
(لحم البقر) کا استعمال ہوتا ہے اور ہر سال ملک بھر مین ہزارون گائین اسی کام مین آتی ہین" اس صاف
تحریر کے بعد ذہنیت کا بالکل بدل جانا اور آجکل کے "پرشور و غوغائی" شور و شغب بھی بیسوین صدی کے عجائبات سے ہے
زمیندار کی دو تحریرین ایک دوسرے سے مختلف ہین یعنی ۲۶ اکتوبر ۱۹۱۷ء کے مضمون مین وہ غریب مسلمانونکو پرشور
غوغائی کا لقب اسلئے عطا کرتا ہے کہ وہ گائے کی قربانی سے باز رہنا نہین چاہتے اور کسی اشاعت ما قبل
مین وہ گائے کی قربانی کو کئی صدی سے رائج مانتا ہے۔ اودھ اخبار لکھنؤ نے گو زمیندار کی جدت طرازی کو پسند
کیا ہے مگر اُسکو کئی صدی کے الفاظ پر اعتراض ہے۔ بلکہ وہ ظاہر کرتا ہے کہ آریہ ورت کی مقدس سرزمین مین ذبیحہ
گاؤ کا رواج صرف اُسی وقت ہوا جبکہ محمود غزنوی نے یہان اول مرتبہ قدم رکھا۔ اسلئے بجائے کئی صدی کے
ایکہزار سال کہنا چاہیئے۔ اودھ اخبار نے حضرت محمود غزنوی علیہ الرحمۃ کے ذکر خیر کی تکلیف فضول اُٹھائی کیونکہ
ایک ہزار کئی صدی کا ہی مجموعہ ہوا کرتا ہے۔ اگر زمیندار دو تین صدی کے الفاظ استعمال کرتا تو اودھ اخبار
کے احتجاج کے کچھ معنی ہو سکتے تھے ورنہ اب تو یہ محض ایک لفظی نزاع ہے۔ اور وہ بھی غلط۔ اسلئے کہ آریہ ورت مین

اسلامی حملون سے پیشتر بھی مدت تک گائے کی قربانی کا رواج رہا ہے جسکو مسٹر رومیش چندر دت اپنی تاریخ
مین تسلیم کرتے ہین۔ لیکن چند حاشیے جو اس تاریخی ذکر پر ناک بھون سکیڑتے ہین ہم اُن کی خدمت مین بتعظیم
مناسب عرض کرینگے کہ ایک منحوس زمانہ مین تمام آریہ ورت پر دام مارگ چھایا ہوا تھا۔ اور اس مقدس سرزمین کے
پراچین بزرگ اکثر و بیشتر اسی دھرم کے معتقد و پابند تھے۔ یہ دھرم حیوانی ہی نہین۔ بلکہ انسانی قربانی کو بھی جائز
رکھتا ہے۔ ہر قسم کی منشیات و مسکرات کی اجازت دیتا ہے اور مرد و عورت کے باہمی تعلقات کو تو حیوانون سے بھی
بدتر الخواری کے ساتھ روا رکھتا ہے پس قربانی گاؤ کی ہزار سالہ تخصیص جس کے لئے اودھ اخبار موشگافی
کر رہا ہے قطعاً غلط ہے۔ وام مارگ گوتم بدھ کے اوتار لینے سے پیشتر ہندوستان کے اس سرے سے اُس سرے
تک رایج تہا۔ اور ویدک دھرم کمزور ہوتے ہوتے تقریباً معدوم ہوگیا تھا اُس زمانہ مین ذبیحہ و قربانی اور گاؤ
خوری کا انکار کیون کیا جاتا ہے۔ جبکہ اس کا کوئی الزام ویدک دھرم پر نہین آ سکتا۔ بہر صورت قربانی گاؤ
چند ہزار سال سے وام مارگیون کی وجہ سے۔ یا ہزار سال سے محمود علیہ الرحمۃ کی بدولت یا کچھ بعد ہوئے حسب تحقیقات زمیندار ہو وہ ایک
قدیم رسم ہے۔ زمیندار اسکو آجکل کے پر شور دغوغائی مہمانون کا فعل قرار دے کر اپنی تردید آپ کر رہا ہے۔ ایک معزز
اخبار کی یہ بے اصولی قابل حیرت ہے ؎ بات تم کہکے گھڑی بھر مین مکر جاتے ہو اپنے اقرار کو دو دن تو نباہا ہوتا
شاد ہے فتنہ نوازی کی شکایت سن کر کاش تم نے دل ناشاد کو سراہا ہوتا۔
مضمون لہذا کا عنوان ہی یہ ثابت کرنے کے لئے کافی تھا کہ اس مین ہمارا روئے سخن صرف اپنے ان اسلامی بھائیون
کیطرف ہے۔ جو کچھ تو حریت و آزادی کے جوش مین اور کچھ اپنی سنہری روپہلی مصلحتون کی وجہ سے مسلمانون کے
حقوق و مفاد پر جھاڑو پھیر رہے ہین اور اُن کے جذبات و خیالات کو پامال کر رہے ہین۔ جو نہین جانتے یا
دانستہ نہین جاننا چاہتے کہ اس حرکت سے وہ قوم کے لئے گورنمنٹ کے راستہ مین کیا کیا مشکلات حایل
کر رہے ہین جو نہین سمجھ سکتے کہ ان کی تحریرات سے آئندہ کس کس قسم کے نتایج نکالے جائینگے اور انکے کیا کیا معنے
لئے جائینگے غرض ہم محض قومی تحفظ کے باعث اس بحث مین شامل ہوئے ہین مگر دیپک لاہور کے قابل و لایق
مدبر (ایڈیٹر) مسٹر رام رچھپال صاحب شیدا دہلوی کا خیال ہے کہ پیسہ اخبار اور اُسکے نامہ نگار مضامین اپنے
معزز ہمسایون کی دل آزاری کے لئے لکھ رہے ہین چنانچہ ۲۶ اکتوبر کا دیپک اپنے معاصر زمیندار کی بہت کچھ مدح

سرائی کے بعد لکھتا ہے "لیکن جبکہ ہم پیسہ اخبار کی سی روش کے اخبارات کو دیکھتے ہین تو دل بیٹھ جاتا ہے پیسہ اخبار نے تو آجکل ہندوؤن کی دل آزاری کا بیڑا اُٹھا رکھا ہے۔ بکرعید قریب ہے جہان دیگر اخبارات اس کوشش مین ہین کہ ہندوؤن کے جذبات کو کسی طرح پر بہی چوٹ پہنچائی جائے وہ اس قسم کے مضامین شایع کر رہا ہے کہ جس سے ہندوؤن کی حد درجہ دل آزاری ہو۔ چنانچہ ۲۵ اکتوبر کے پیسہ اخبار مین نامہ نگار ناظر کیطرف سے ایک مضمون ہمعصر زمیندار کے خلاف نکلا ہے لیکن اس مین لگے ہاتھون ہندوؤن کی بہی خوب دل آزاری کر ڈالی گئی ہے چنانچہ صاحب موصوف رقم طراز ہین کہ۔ ایک بوڑہی گائے سے سال بھر مین چار روپیہ کا کہاد یا دو تین روپے کے اوپلے بشرط کافی احتیاط رکھنے کے حاصل ہوسکتے ہین۔ تو جو لوگ تجارت پیشہ ہین۔ اور روپے پیسہ کی قدر جانتے ہین اُن سے یہ امید رکھنا عبث ہے کہ وہ ۲۵۔۳۰ روپے سالانہ صرف کرکے ایک ناکارہ گائے اپنے دروازہ پر رکہین گے خواہ وہ اُن کے نزدیک کیسی ہی مقدس اور بمنزلہ ماتا ہی کیون نہو۔

کیسی غیبانہ و دل آزار تحریر ہے۔ گویا کہ راقم مضمون یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ چونکہ بوڑہی گائے سے بہت کم فائدہ حاصل ہوتا ہے اسلئے ہندو بھی اسے فضول خرچ کرکے باندہ رکھنے پر تیار نہین اور اسکے قتل کو واجب تصور کرتے ہین۔ اس سے بڑھکر زبان درازی اور ایک قوم کے مذہبی جذبات کو کیا چوٹ پہنچائی جا سکتی ہے؟ کیا اسے معلوم نہین کہ ہندو گائے کو فائدہ کے خیال سے نہین بلکہ تقدس کے خیال سے سیوا کرتے ہین۔ لیکن اگر ایسا نہی ہو تو کیا جس سے فائدہ کثیر اٹھایا ہو آخری وقت مین اُس سے ایسی کمینی بیوفائی حد درجہ نامعقول اور قابل لعنت حرکت نہ ہوتی۔

۲۸ اکتوبر کا ہندوستان لاہور جس کے ایڈیٹر بھی مسٹر رشید ہین پیسہ اخبار کو امن داماں کا حامی بتلا کر جو کچھ دیپک کی تمام محنت پر پانی پھیر چکا۔ یا لکھنے والے کے ضعف حافظہ کا ثبوت دے چکا ہے اسلئے ہم پیسہ اخبار کے ڈیفنس مین کچھ نہ لکھینگے۔ ہان اپنی نسبت اسقدر یقین دلاتے ہین کہ ہمارے مضامین مین سقاہت ہو۔ رکاکت ہو۔ خامی و طوالت ہو یہ سب باتین ہوسکتی ہین لیکن دل آزاری کا کوئی پہلو نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ گو ہم دیپک و زمیندار کے متوسلین و متعلقین کی طرح مہذب و متین امن دوست و حق پسند راست باز و صداقت شعار بہی خواہ سلطنت و ہمدرد ملک نہون اور سہ مہ روزگار آگرہ و زمیندار لاہور کی مانند اتحاد و اتفاق کی قیمت مین اپنے حقوق نظر کرنیکی

قابلیت نہ رکھتے ہون - یا اس قسم کے اتحاد کو اپنی قوم کے حق مین سم قاتل جانتے ہون - تاہم اس قدر عقل وتمیز ضرور رکھتے ہین کہ ہمسایون کی دل آزاری ایک نہایت کمینہ فعل ہے جس سے کبھی کوئی مفید نتیجہ نہین نکل سکتا اور ایسی ذلیل حرکت کرنیوالے خواہ وہ ولی یا رشی - مہاتما یا مولوی - سید یا پنڈت کوئی کیون نہون - ارباب خرد کی نظر مین ہمیشہ ذلیل وخوار رہتے ہین یعنی اُن پر جسطرح موجودہ زمانہ مین لعنت و ملامت کی بوچھار ہوتی ہے زمانہ آئندہ مین بھی وہ اسی طرح خایب وخاسر رہین گے ؎

یونہی رہیگا فلک گردشون مین تا دم حشر
نہ چین پائے گا اگر دز بھی ستا کے مجھے ؛
یہ کس رشی کی ہے تعلیم خاص جو دیپک
سفیہہ کہتا ہے غمخوار قوم پا کے مجھے

ہمارے جس فقرہ کو لیکر دیپک نے جوہر طبع دکھلائے ہین وہ معما نہین چیستان نہین - ہمارا مشاہدہ ہے کہ بوڑھے اور بیکار گائے بیل ہین چونکہ خرچ زیادہ - نفع کم ہے - اسلئے تجارت پیشہ قومین باوصف خیال تقدیس بھی انکو جدا کرنے پر مجبور ہین مگر دیپک کہتا ہے کہ ہندو فائدہ کے خیال سے نہین بلکہ تقدیس کی وجہ سے گائے کی خدمت کرتے ہین اگر حقیقت حال یہی ہے تو پھر گئو رکھشا کے لئے اُجرتی مضامین لکھواتے اور بعض مسلمانونکی خدمت کرا یہ پر حاصل کرنیکی ضرورت نہین - راسخ الخیال شریف ہندوؤن کو جن کی رحمدلی واحساس مذہبی وحرارت دینی کی وجہ سے گئوشالے چل رہے ہین چھوڑکر دیکھو کہ آریہ جاتی کا کون کون فرد وہ حرکت کر رہا ہے جس کو تم اپنے نزدیک کمینہ بے وفائی اور حد درجہ کی نامعقول وقابل لعنت حرکت قرار دیتے ہو - اگر کوئی عزیز ایسا کرتا ہوا پایا جائے تو اُسکو بطریق مناسب سمجھاؤ - یہی - یہ نصیحت کارگر ہو گئی تو ذبیحہ وقربانی کا دائرہ خود ہی محدود ہو جائیگا کیونکہ مواشی کی تعداد کثیر خوش نصیب ہندوؤن کے قبضہ مین ہے وہ ناکارہ وضعیف گائے بیل کو تقدیس و بزرگی کی نظر سے دیکھین اور چند بے حقیقت دامون کے عوض اُنکو دیدہ ودانستہ غیرون کے حوالے نہ کرین تو پھر اس تمام شور وشغب کا خاتمہ ہے ہمارے سابق مضمون مین تو گائے کی تقدیس کے علاوہ اسکے زرعی اور تجارتی پہلو پر بھی بحث کیگئی تھی دیپک لاہوران باتون پر بھی ایک نظر ڈال لیتا تو وہ شاید صراط مستقیم سے دور نہ ہٹ جاتا اور کم از کم یہ سوال تو نہ کرتا کہ "ذرا ناظر صاحب اپنے ہی سینہ پر ہاتھ رکھکر بتائین کہ کیا یہ اصول درست ہے ؟ اور کوئی ایسہ عمل کرنیکو طیار ہے ؟" ہمنے اس معزز ومقتدر اخبار کی ہدایت کے مطابق سینہ پر ہاتھ رکھا اور اپنے مالک سے التجا کی کہ وہ ہمین

راہ راست دکہلاے تو ہمارے ضمیر سے یہ آواز پیدا ہوئی کہ جو اپنے پالنے والے والدین کو اُن کی پیری ناچاری
کی وجہ سے خوراک و پوشاک کے مصارف سے گہبراکر اُن کے قتل پر بالفاظ دیپک آمادہ ہوجاتا ہے یا نرم الفاظ
اور صحیح الفاظ مین اُن کا بار سر سے دور ہونا پسند کرتا ہے۔ وہ نالایق ہے ناخلف ہے ننگ نبی نوع آدم
ہے شیطان مجسم ہے۔ اب اسی معیار کو پیش نظر رکھکر دیپک بتلاے کہ ایک مکار ایجی ٹیٹر جو پبلک پلیٹ فارم پر
گائے کی تقدیس و بزرگی کے دہوان دہار لیکچر دیتا ہے اور ہوٹلون مین جاکر ہر قسم کے کباب بے تکلف نوش
کرتا ہے۔ یا ایک بندۂ زر بیکار گاے کو گھر پر رکہکر خدمت کرنے یا گئوشالہ مین مفت دیدینے کے عوض چند
پیسون کے بدلے دیدہ و دانستہ اُس کو حوالہ اغیار کرتا ہے ایسے اشخاص کی بابت معزز و محترم دیپک کا فتویٰ
کیا ہے؟ (کیا گاے کو ماتا اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے جس اعتبار سے اپنے بزرگ، وواجب التعظیم ماں کو کہا جاتا
ہے اور کیا اُس کا تعلق بھی بیکار ہونے کے بعد اپنے پرستارون سے ایسا ہی رہتا ہے جیسا عمر و ضعیف والدین
کا ہم اس کا جواب دیپک سے چاہتے ہین۔ بیکار مویشی اپنے سر سے ٹال کر دوسرون پر اُن کا بار ڈالنا
اور پھر ان پر پرورش کا تقاضا کرنا عجیب قسم کی سیوا ہے۔ گئو رکھشا کا سوال محض رحمدلی یا تقدیس گاؤ کا رہا
تھا مگر بدقسمتی و بدباطن ایجی ٹیٹرون نے اس کو ایک بھیانک شکل دیدی ہے اسلئے اگر بعض ذمہ دار افسر اسکو
ایک پولیٹیکل مسئلہ سمجھتے ہین تو کچھ غلطی نہین کرتے۔ طوالت مضمون اس حصہ پر کچھ لکھنے سے مانع ہے۔ ورنہ مین
بتلاتا کہ گاے کی بحث نیم مذہبی و نیم سیاسی ہے اور بہت سوچ سمجھکر اُٹھائی گئی ہے کیونکہ اگر تمام ہندو کسی
امر پر مختلف اعتبار سے اتفاق کر سکتے ہین تو وہ گئو رکھشا ہے۔ جو بوقت ضرورت گئو رکھشک (محافظان گاؤ)
اور گئو بھکشک (گاؤ خواران) کا سوال پیدا کر سکتی ہے اور بہت آسانی سے یہ امر پبلک کے ذہن نشین کیا
جا سکتا ہے کہ گئو بھکشک ہی آریہ ورت کی تمام مصایب کے ذمہ دار ہین اور یہ مصیبتین دور نہین ہو سکتین
جبتک قدیم زمانہ کی طرح تمام بھارت مین محض گئو رکھشک نہ ہون۔ بہرحال ایک طویل بحث ہے اگر دیپک
لاہور کی خواہش ہوگی تو ہم اپنے ناچیز خیال (جو ممکن ہے کہ سفیہانہ ہون۔ مگر دل آزار نہ ہون گے) تفصیل
کے ساتھ ظاہر کردین گے۔ فی الحال تو ہم یہی شکر کر رہے ہین کہ عید الاضحیٰ خیر و عافیت سے گذر گئی۔ اور بعض
احراری دوستون نے جوش حریت مین بلا خیال انجام بینی جو مجتہدانہ موشگافیان شروع کردی تھین

یا چند کرایہ دارون نے جیفۂ دنیا کی طلب مین جو تگاپو کی تھی اُسکا کوئی خراب اثر ظاہر ہوتے پایا اسوقت ہمین اغیار و اجانب کی طرف سے کوئی اندیشہ نہین تہا۔ بلکہ جو خطر تہا وہ اپنے ہی عزیزون کی ناعاقبت اندیشی۔ اور بعض کی ملت فروشی و ناحق کوشی کا مستند و فادارون۔ آنریبلون خان بہادرون۔ خان صاحبون وغیرہم نے قوم کو اس قدر نقصان نہ پہنچایا ہوگا جس قدر حضرات مہربانون کی بدولت پہنچ رہا ہے۔ ان کی دنیا طلبی اسی ایک بات سے ظاہر ہے کہ یہ اپنے مربیون سے اس قدر دریافت کرنیکی بھی جرات نہین کر سکتے کہ "بکرعید" کا لفظ جو گورنمنٹ کو مغالطہ مین ڈالنے کے لئے گہڑا گیا ہے اسکے کیا معنے ہین؟ ایک گئو رکھشک مسلمان سید الہی شاہ صاحب ہندوستان لاہور مین گائے کی بزرگی و عظمت پر یہ دلیل لاتے ہین کہ قرآن کی ایک سورۃ کا نام سورہ بقر ہے اور قرآن نے کہین بھی اس جانور کو قربانی کرنے یا اسکو ذبح کرنے اور اسکا گوشت کھانے کی اجازت نہین دی" اگر ہمارے کم اندیش مہربانون مین کچھ غیرت و حمیت رہگئی ہوتی۔ تو وہ سید الہی شاہ صاحب کو اُنکی غلطی سے آگاہ کرتے اور بتلاتے کہ قرآن مین سورہ عنکبوت یا سورہ نحل ہونیکا یہ مطلب نہین کہ مکڑی و دیمک کوئی مقدس حیوان ہین۔ نہ سورہ لہب کی وجہ سے ابی لہب کی عظمت کا اقبال ہے سید صاحب کو یہ بھی بتلاتے کہ وہ دوسرون کو تعلیم قرآن سے بے بہرہ بتلانے کے عوض دیکھین کہ سورۂ بقر ہی مین ذبح گاؤ کا بار بار حکم حضرت موسیٰ کی معرفت دیا گیا ہے۔ لحم البقر کے متعلق وہ حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام کے مہمانون کا حال پڑہین جنکے لئے یہ نبی جلیل ابو الاسحاق و الاسمٰعیل بھنا ہوا بچہڑا لائے تہے۔ غرض ان تمام باتون کا اظہار ازالہ غلط فہمی کے لئے ضروری تہا۔ مگر جہان خیال حریت ہو جہان سنہری روپہلی مصلحتین مانع ہون۔ وہان ایسا کیون ہونے لگا؟ یہ کیفیت دیکہکر دل مین درد ہوتا ہے اور بیساختہ زبان سے نکلتا ہے ؎

من از بیگانگان ہرگز نہ نالم
کہ با من ہرچہ کرد آن آشنا کرد

گائے کا جلوس

۱۵ اکتوبر سنہ ۱۹۱۴ء کے روزانہ زمیندار میں ایک مختصر اپیل ۲۲ مسلمانوں کے دستخط سے شائع ہوا ہے جو تین پیراگراف پر ختم کر دیا گیا ہے چونکہ آخر کے دو پیراگراف ہی اظہار مدعا کیلئے کافی ہیں۔ اسلئے ہم انہیں بجنسہ درج کئے دیتے ہیں

"(۲) ایسی حالت میں نہایت افسوس کے ساتھ یہ خبر مسموع ہوئی ہے کہ چند فتنہ نواز مسلمان محض سنہری و روپہلی مصلحتوں سے قربانی کی گائے کا جلوس نکالنا چاہتے ہیں اور بازاروں اور شاہراہوں پر اسکے گشت کرانیکا قصد رکھتے ہیں یہ ایک ایسی تاسف انگیز بدعت ہے جسکی اسلام نے کبھی اجازت نہیں دی ہے اور جو لوگ اسکے مرتکب ہونگے شریعت کی نظر میں وہ نہایت سخت گنہگار ہونگے اور قرآن ان سے حد درجہ بیزار ہوگا (۳) تمام مسلمانوں سے ہم درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس ناشائستہ فعل سے بیزاری ظاہر کریں اور ہندوستان بھر میں جہاں کہیں ایسی حرکت ہونے والی ہو اس کو بوجہ احسن رد کریں"

عبارت بالا کو دیکھتے ہی غالباً اکثر ناظرین کہیں گے۔ کہ یہ مضمون زمیندار کے دفتر میں ترتیب دیا گیا اور بعد میں دوسرے مسلمانوں کے دستخط اس پر کرائے گئے ہیں کیونکہ سنہری و روپہلی مصلحتوں کا سنجیدہ فقرہ اسی معزز جریدہ کے قلم کی پیداوار ہے جسکی بابت اسکے مداحوں کی جانب سے کہا جاتا ہے کہ سنہری و روپہلی مصلحت تو کجا وہ بوجہ اپنی تقدس و دینداری کے آہنی و مسی بلکہ فلوسی و پشیزی مصلحت بھی نہیں رکھتا اور بوجہ غایت زہد و اتقا اور کمال للہیت کے بزبان حال یہ گنگناتا رہتا ہے

ناموافق شد دل بیمار را چون عزیز شاہد یکتا شدم	ترک کردم شہرت دنیا را تارک دنیا و مافیہا شدم	گر زنے آید بعقدم فقط نام گو زمیندارم بہ اسم ظاہری	وطی با او ہست نزد من حرام مرد دیندارم اگر ہستم خفی

بہر صورت اپیل مذکور کہیں تیار ہوا ہو اس پر ہر طبقے اور ہر درجے کے مسلمانوں نے دستخط کئے ہیں شروع میں بیرسٹروں اور خان بہادروں کے نام دیکھکر ایک ظریف دوست نے کہا۔ کہ بہادر و دلیر زمیندار نے انہی لوگوں اور مستند وفاداروں پر کافی اثر ڈالا ہے کہ وہ ایسے مضمون پر جس کو ان میں سے بعض نے یقیناً غلط و فضول سمجھا ہوگا محض اس لئے دستخط کر دیتے ہیں کہ کہیں زمیندار کے دربار دُربار سے ان کو بھی "غلاظت خواری" کا گھنونا اور نجس خطاب عطا نہ ہو جائے ہمیں نے جواباً عرض کیا کہ معززین قوم نے غالباً بلا کسی اثر کے دستخط کئے پبلک کو

یہ دکھلایا ہے کہ جن بیرسٹرون اور آنریبلون کی نسبت کہا جاتا تھا۔ کہ وہ عامۃ المسلمین کی نسبت قومی درد کم رکھتے ہین۔ دیکھو وہ یون پیش پیش رہا کرتے ہین۔ اور جب کوئی سرکش و متکبر بوقت ضرورت ان کے سامنے سر نیاز جھکاتا ہے تو وہ اس کی درخواست کشادہ دلی سے منظور کر لیتے ہین گویا ایک لطیف سبق زمیندار کو اس امید پر دیا گیا ہے کہ اگر وہ ان لطائف کے سمجھنے کا مادہ رکھتا ہو تو آیندہ اس سے فائدہ اٹھائے اور خان بہادرون مستند وفادارون۔ آنریبلون۔ کرم فرماؤن سفید ریش حاجیون وغیرہ کی اے کوسنی قدر کم کر دے کیونکہ یہ بُرے ہین یا بھلے آخر اسی قوم سے تعلق رکھتے ہین جس کے ایک فرد ہونے پر زمیندار اور دیگر احرار بھی نازان ہین ؎ دیکھو ہمین بد کہتے ہو اچھا نہین کرتے ٭ ہر طرح تمہارے ہین بُرے ہین کہ بھلے ہم دستخط کنندگان مین ایک دقیقہ رس ناظر حبیب الدین دوکاندار علیم الدین درزی۔ محمد الدین عرف ممنی فالودہ فروش۔ محمد حسن ولد کریم بخش شیر فروش صودا شیر فروش۔ شہاب الدین پہلوان۔ جمال الدین پہلوان عیدو بوٹ فروش۔ مراد العمر لوہار وغیرہ جیسے نام پاتا ہے تو وہ زمیندار کے دعوے بیداری قوم کی تصدیق پر مجبور ہوتا ہے کیونکہ اس سے پیشتر ان صاحبان نے فالودہ وشیر فروشی اور پہلوانی و آہن گری کے سوا قوم کی رہنمائی و رہبری اور سبق آموزی و نصیحت گری کا فرض غالباً انجام نہین دیا۔ قوم مین یہ بیداری یہ فرض شناسی یہ معاملہ فہمی چونکہ زمیندار کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ لہذا وہ صد ہزار احسنت و آفرین کا مستحق ہے ؎

نوا سنجیون نے تری اے مظفر
مراد و علیم و الہ دین کو
بھائی بصد جہد نہر لبن
زبس دخل کس مہر سی مین تھی
رقیبون کو سو قصہ ہنسی کا دیا

ہر اک زاغ کو خوش بیان کر دیا
زمیندار کا مداح خان کر دیا
پھر اس مین سفیدہ دان کر دیا
اسے پھر آسمان کر دیا
عزیزون کو وقف فغان کر دیا

سکھایا جو تونے ، کو طرز اپنی
نہ جو کام بیرسٹرون سے ہوا
ہوا وزن کم جب زمیندار کا
مگر تجھ سے ہان بھول اتنی ہوئی
نہ تھے اہل حس راز کے غمزدہ

تو عیدو کو بھی نکتہ دان کر دیا
وہ تو نے مرے پہلوان کر دیا
تو بس تو نے پلہ گران کر دیا
کہ اظہار درد نہان کر دیا
وہ پبلک یہ تو نے عیان کر دیا

ممکن ہے کہ بعض غیر معروف نام پبلک کی نظر مین اپنی وقعت گھٹا دین اور یہ بھی ممکن ہے کہ چند مخبر و جاسوس ان کے ذریعہ سے حکام کو یہ سمجھانے مین کامیاب ہو جائین۔ کہ غریب دوکاندارون اور بیگھر پہلوانون کو گانگرس اور ہوم رول کی روانگی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ یہ شوشہ کسی ذات شریف کا چھوڑا ہوا ہے اور اس

بر روہ زنگاری مین ایک محبوب طناز کام کر رہا ہے۔ ان باتون کا خیال زمیندار کر لیتا۔ تو اس کو جلد بازی و شہرت پسندی و کم بینی کے جو الزام مخالفین کی طرف سے دیئے جاتے ہین ان مین ایک جدید نمبر کا اضافہ نہ ہوتا۔ اگر زمیندار اس اپیل کا بانی مبانی نہین۔ تو جو صاحبان پردہ کے پیچھے سے تار ہلا رہے ہین۔ ان کو معاملہ کے ہر پہلو پر غور کر لینا لازم تہا۔ سچ ہے ؎

دیکھنے کو ذوق نظر چاہیئے ٭ بہر فغان قلب و جگر چاہیئے ٭ شرط سلیقہ ہے ہر اک کام مین ٭ عیب بھی کرنیکو ہنر چاہیئے

اس اپیل مین سب سے آخر پر علامہ عبداللہ عمادی اور مولانا ظفر علی خان کے نام نامی درج ہین۔ جو باعتبار حقیقت و واقعیت با لحاظ افضلیت و قابلیت شروع مین ثبت ہونے کے لائق تھے۔ مگر اس صورت مین ان کے اسمائے گرامی بیرسٹرون اور خان بہادرون سے مل جاتے جس کا ابھی وقت نہین آیا کیونکہ حریت و آزادی کی حمایت کے غایۃ مفہوم نے گویہ حریت فرضی و مصلحتی نہ ہی ہو ایک فریق کو دوسرے سے اس قدر جدا کر دیا ہے کہ اب ان کا جلد مل جانا۔ تلون و جلد بازی کی فہرست مین جدید اضافہ کا باعث ہو سکتا ہے پس یہ جدائی تو بتدریج ہی دور ہونا چاہیئے۔ تاکہ ع آخر کو رفتہ رفتہ قرینہ پر آپڑے کا مشہور مقولہ غلط ثابت نہ ہونے پائے اس لئے اپیل کے ابتدائی سرے پر بیرسٹر و خان بہادر ہین اور آخر پر حضرت علامہ ممدوح و جناب مولانا جیسے استبداد و مستند وفاداری کے مشہور مخالف۔ گویہ ظاہری جدائی ہے۔ مگر دونون فریق ایک ہی مقصد پر متفق ہو گئے ہین یعنی قوم فروشی و حکام رسی اور حریت و آزادی کی تمیز و تفریق باقی نہین رہی۔ اور اول بہ آخر نسبتے دارد صریح طور پر عیان ہے۔ پس اپیل کا اگر کوئی دل خوش کن پہلو ہے تو صرف یہ ہے

شکر ایزد کہ میان من و او صلح فتاد ٭ حوریان رقص کنان ساغر مستانہ زدند

سخت دشوار تھا اغیار کرین فکر اپیل ٭ قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند ٭

اپیل کی ظاہری و صوری حالت پر تو ہم کافی سے زیادہ بحث کر چکے لیکن اس کے معنوی اثرات کیا ہین یہ دشوار گزار مرحلہ ابھی طے نہین ہوا۔ روزانہ پیسہ اخبار مطبوعہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۱۳ء اسکو زمیندار کی ظالمانہ افترا پردازی بتا رہا ہے ہندو پریر چونکا اپیل مذکور کو فوراً طبع کر کے اس کی تائید پر مستعد ہو جانا اس امر کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ مجوزین اپیل نے ظالمانہ افترا پردازی کا نہین تو شتاب کاری و کج روی و کج رائی کا

ارتکاب کیا ہے جس سے زمانہ شناس ہندو اخبارات نے خوری فائدہ اُٹھایا اور کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ فائدہ نہ اوٹھاتے۔ والئ دولت خداداد افغانستان ہزمجسٹی امیر حبیب اللہ خان بالقابہ کی سیاحت ہندوستان کے موقع پر کسی ایک کمینہ وخبیث یا چند بدباطن وکور خرد افترا پردازون نے یہ طوفان اُٹھایا تھا کہ ہز مجسٹی کے دہلی تشریف لاکر شریک نماز عید ہونے کی خوشی مین مسلمانان دہلی گائے کی قربانی کرنا چاہتے تھے جو حضور ممدوح کے اصرار وتاکید پر باز رہے ہین اس کذب قبیح اس تہمت صریح کی تردید تو اسی وقت شرفائے دہلی نے کردی تھی۔ مگر بعض بے لبصر ڈھنگ نعرآج تک اپنے دھارمک فرض کے اقتضا سے اس کو شہرت دیئے جاتے اور ملک مین مسلمانون کے خلاف بدظنی و تنفر پھیلانے مین اس سے مدد لیتے ہین اس کے برخلاف جو اپیل زمیندار جیسے پرچے کے ذریعہ سے شائع ہو کیونکر ممکن ہے کہ اس سے کام نہ لیا جائے خوش نصیب ہے وہ قوم جس کے افراد ہر موقع سے نفع حاصل کرتے اور ہر بات سے ایک مفید نتیجہ نکالتے ہین پس جن ہندو جراید نے مجوزان اپیل کی ناجلانہ کارروائی سے فائدہ اٹھایا۔ ہم انھین مبارکباد دیتے ہین۔

اپیل مذکور کی نسبت پیسہ اخبار کا یہ خیال ہے کہ لاہور پہنچنے کے بعد زمیندار نے پہلی ششماہی مین جو گالیان ہندوؤن کو دی تھین اب ان کی تلافی کے لئے اس قسم کے سنسنی خیز مضامین شائع کئے جاتے ہین۔ ہمارے نزدیک کسی غلطی کی اصلاح کرنا کسی حماقت کی تلافی پر مستعد ہو جانا برا نہین۔ مگر یہ کام اس طرح ہونا چاہیئے۔ کہ ملک کو بدگمانی کا موقع نہ ملے۔ گو قوم نہ جانتی تھی مگر زمیندار اسکو باور کراچکا ہے۔ کہ اخباری فرقہ کوئی نورانی و آسمانی مخلوق نہین۔ اس مین بھی قوم فروش ہین۔ خوشامدی ہین۔ طالبان نام ونمود ہین طلبگار جیفہ دنیا اور بندۂ شکم ہین۔ قوم دیکھ چکی ہے کہ اس کے بعض افراد کیونکر دوسرون کے ہاتھ مین کٹھ پتلی بن جاتے ہین اور کسی طرح ایک اینٹ کیلئے مسجد گرانے مین کوتاہی نہین کرتے پس جب بدقسمت مسلمانون مین ایسے لوگونکی کمی نہو جب بدگمانی کا دائرہ اس قدر وسیع ہو کہ ہز ہائنس سر آغا خان صاحب بالقابہ اور بزرگ محترم جسٹس سید امیر علی جیسے بزرگان قوم بھی سوء ظنی سے نہ بچے ہون بلکہ بعض حاسد و دنیا طلبون نے ان معززین کو بدنام کرکے اپنی دوکان چمکائی ہو۔ تو ایسی صورت مین ان گالیون کی تلافی کیلئے زمیندار کو عید الضحےٰ کے بعد کوئی موقع مناسب تلاش کرنا چاہیئے تھا اور اسکی صورت بھی "چند فتنہ نواز" مسلمانونکی مخبری و جاسوسی کے علاوہ ہونا لازم

بھی۔ کیونکہ ایسے مفسدوں کی سرکوبی کے لئے اگر ان کا کوئی واقعی وجود ہو ذمہ دار حکام کافی طاقت رکھتے ہیں اور
اپنی ذمہ داری سے اچھی طرح واقف ہیں۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ کسی ایسے جلوس کا نکلنا جو ہندوؤں کی دل آزاری
کا باعث ہو روا رکھیں اور اس کارروائی کے لئے کسی میموریل واپیل کے محتاج ہوں۔

پیسہ اخبار کا یہ بھی خیال ہے کہ مسٹر ظفر علی خان صاحب نے خود کو ہندوؤں کا دوست ثابت کرنے کے لئے اپنی
عمر میں پہلی مرتبہ دسہرہ کے موقع پر آریہ سماج کے ہائی سکول کو ۲۵ روپیہ کا عطیہ بھیجا ہے۔ مگر دوستی کی طرف جس قدر
بھی قدم بڑھایا جائے قابل مدح ہے۔ خدا کرے یہ رسم و راہ دیرپا ثابت ہو اور دیوالی کے تہوار پر جو مضمون
ہذا کے درج ہونے سے پہلے ہی آنے والا ہے پھر اسی قسم کے ہدیہ کی تجدید کی جائے۔ کیونکہ سماجی نقطہ خیال سے
یہ روز ایسے قدسی صفت رشی سے وابستہ ہو گیا ہے جس کے مقابل سری رام چندر جی (جن کی فتح یابی کی یادگار میں
دسہرہ منایا جاتا ہے) کوئی حقیقت نہیں رکھتے مولانا ظفر علی خان بالقابہ کا آریہ سماج کی تالیف قلوب میں
سعی کرنا ایک نہایت دانشمندانہ کام ہے۔ کیونکہ یہی وہ زبردست و پرجوش فرقہ ہے۔ جو ہندوؤں۔ سکھوں
جینیوں۔ عیسائیوں۔ مسلمانوں وغیرہ سے چوکھا لڑتا رہتا ہے۔ اور مسلمانوں پر تو نظر خاص رکھتا ہے۔ اس
نظر خاص کی وجہ کیا ہے۔ مضمون ہذا میں بوجہ طوالت اس کی تشریح کا موقعہ نہیں رہا۔ صرف اسی قدر عرض
کیا جا سکتا ہے کہ بدو اسلام میں قریش مکہ کو جو کاوش حضور سرور کائنات سے تھی۔ اس کی نظیر کہیں مل سکتی ہے
تو صرف آریہ ورت (ہندوستان) میں مل سکتی ہے۔ گو قریش کے مشہور رؤسا ابولہب اور ابوجہل کی روح نے
آریہ سماج کی دو شخصیتوں میں جنم نہ لیا ہو۔ مگر سماج نے مجموعی طور پر اسلام کی ویسی ہی مخالفت کی جو قریش مکہ نے
کی تھی۔ اسی مخالفت کی نوعیت اور شدت کو دیکھ کر حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ارشاد ہے
کہ ہم سانپوں اور بچھوؤں سے صلح کر سکتے ہیں۔ مگر آریہ سماج سے نہیں کر سکتے۔ اسی قسم کی مایوسی کا اظہار
دوسرے معززین اسلام بھی کر چکے ہیں۔ پس اگر ایسے زبردست ہمسایہ ہم پر مہربان ہو سکیں۔ اور ایسے روٹھے ہوئے
دوست پچیس روپیہ کے نذرانہ سے ہم سے مل سکیں۔ تو یہ مولوی ظفر علی خانصاحب کا قوم پر ایک عظیم الشان
احسان ہوگا۔ اور اس کے بعد ہندو مسلمانوں کا میل ملاپ کچھ بھی دشوار نہ رہے گا۔

غرض ہم ایسی تجویز کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ جو دو قوموں میں التیام و انضمام پیدا کر سکے اور زمیندار مطبوعہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۱

کے چار سطری نوٹ سے بھی متفق ہین جس کا عنوان "گائے کا جلوس اور حکومت کا فرض" رکھا گیا ہے اور جسمین جبکہ ڈپٹی کمشنر بہادر سے درخواست کی گئی ہے جلوس نکالنے کی کوئی درخواست گذرے تو وہ اس کو نامنظور فرمائین مگر ہمین جو کچھہ اختلاف ہے وہ بدون کافی اطمینان و کامل یقین کے میموریل سازی پر ہے پیسہ اخبار نے اس بارہ مین ایک مناسب و معتدل خیال ظاہر کیا ہے کہ تمام شہر مین تگ و دو کر کے ۲۲ مسلمانون کے دستخط کرانے کے عوض سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس یا صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کو ایک چٹھی لکھہ دینا کافی تھا تاکہ لاہور مین عام طور پر حیرت پیدا نہوتی بشاید میموریل کے مجوزین بلحاظ حریت و آزادی ایسی چپ چاپ کارروائی کو مخبری و جاسوسی خیال کرتے ہون۔ مگر آریہ سماج بھی جو مخبری کے نیچ کام کا سخت مخالف ہے اور رستھ کا گرہن کرنے مین کسی احراری رکن سے کم نہین بذریعہ چٹھی کسی معاملہ کو حکام بالا دست تک پہنچانا نیچ اور اخلاقی افتاد نہین سمجھتا چنانچہ مہاتما لالہ منشی رام جی اپنی یادگاری تحریر کے ذریعہ سے لبرٹی کے پرچے گورنمنٹ کو بھیجتے ہوئے کسی جہادی مسلمان پر جسکو وہ لبرٹی کا مولف و موجد خیال فرماتے تھے بعنت بھیج چکے ہین۔ المختصر یہ معاملہ بابانگ دہل طے کرنیکے عوض خموشی سے بھی سلجھایا جاسکتا تھا۔ ہماری دعا ہے کہ اب اس کے متعلق کچھہ اور سننے مین نہ آئے۔ اور عید الضحیٰ کی تقریب خیر و عافیت سے گذر جائے مسلمان روساء و امراء کا فرض ہے کہ وہ عوام کو صحیح راستہ دکھائین اور علماء کا کام ہے کہ وہ شارع علیہ السلام کے احکام بتاکر ناخواندہ لوگونکو کوئی ناواجب حرکت خلاف شرع دین نہ کرنے دین

معاہدات پر بے اعتمادی

روزنامہ زمیندار مطبوعہ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۳۲ ہجری نے عنوان بالا سے ایک افتتاحیہ لکھا ہے جس مین وہ جرمنی و آسٹریا کی مسلمان رعایا کو ایک ناصح مشفق بنکر جادۂ مستقیم دکھلانا چاہتا ہے مگر جب اُسکی آواز عموماً اور دوران جنگ مین خصوصاً ان دور افتادہ عزیزون تک نہین پہنچ سکتی تو اس بے موقع وعظ و پند کی ناسود مندی عیان اور اس سر برآوردہ جریدہ کا من اللغو معرضون کے خلاف چلنا نمایان ہے۔ شاید مسلمانان ہند کے لئے اب کسی نصیحت کی ضرورت باقی نہین رہی تھی جو زمیندار کی دوربین نگاہین ہندوستان سے باہر جانے لگین

تو کار زمین را نکو ساختی ✽ کہ با آسمان نیز پرداختی

زمیندار نے حسب عادت ایک طویل تمہید کے بعد مسلمانان جنوبی افریقہ (رعایائے جرمن) اور مسلمانان بوسنہ و ہرسک (رعایائے آسٹریا) کو یہ سمجھایا ہے کہ :-

اب دوسرا زمانہ ہے۔ دوسرا وقت ہے۔ دوسرا دور ہے دوسری باتین ہین۔ اسلئے آجکل کے کمزورونکو یہ حق نہین ہے کہ کل تک کے زور آورونکی باتین یاد کر کے مطمئن بیٹھے رہین اور اپنی حفاظت کا کوئی سامان یا بندوبست نکرین یاد رکھو! اب دنیا مین وہی قوم زندہ رہ سکتی ہے اُسی ملک کیلئے اطمینان ممکن ہے۔ جو زندہ رہنے کی طاقت رکھتا ہو اور اپنی حالت کو اتنی سربلند ترقی کی سطح پر لا سکتا ہو کہ اگر کوئی قوم یا ملک اُسکی توہین و تذلیل کرنی چاہے تو اس ارادہ فاسد سے اُسکو باز رکھ سکے، مندرجہ بالا مختصر فقرون مین بلند پروازی و مضمون آفرینی چھوڑ کر زمیندار نے حقیقت و واقعیت کا اظہار کیا ہے۔ اسلئے ہم اُس سے دریافت کر سکتے ہین کہ متحدہ ہندوستان کا خواب دیکھنے سے پیشتر اُسنے اپنی قوم کی کمزوری و درماندگی دور کرنیکی نسبت کیا سوچا ہے۔ مستند وفادارون کو گالیان دینے سفید ریش حاجیون کی پگڑیان اُچھالنے خطاب یافتونکو جہال کی نظر مین دشمن اسلام دکھلانے سے تو قوم کی بیکسی و بیچارگی کا علاج نہین ہوسکتا۔

مسلمانان ہند مفلس و تہیدست۔ کم علم و جاہل منتشر و متفرق ہین اور انہین وجوہ سے بعض پرجوش دوستونکو ان بدقسمتون کے خلاف ملک مین ہر قسم کی بدظنی پھیلانے جھوٹی تہمتین تراشنے او طوفان ناحق اٹھانے کا موقع مل رہا ہے اسی پر بس نہین بلکہ بعض سیہ قلب، و بدباطن دریدہ چشم تو اسلامی بزرگان دین اور حضور سرورکائنات خلاصۂ موجودات سلطان الخافقین جد الحسنؓ و الحسینؓ کو بھی نعوذ باللہ۔ بہکار۔ عیار موذی، شہوت پرست کہنے سے دریغ نہین کرتے وہ احراری دوست جو مسٹر لائیڈ جارج کے ایک لفظ کی گرمی محسوس کرتے۔ وہ فدائیان آزادی جو پایونیر کے چند فقرون سے آتش زیرپا ہو جاتے ہین حیرت یہ ہی کہ آریہ ورت کے سپوتون کے اُن ذلیل و کمینہ مذہبی حملون کو لبن خالص و عسل مصفی کی طرح گوارا کر لیتے ہین اور اس جگہ پہنچکر اُن کی حرارت مذہبی و غیرت دینی پر اوس پڑ جاتی ہے۔ یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ اگر مسلمانان ہند اس قدر بے وقعت و بے حقیقت و ناکارہ نہ ہوتے۔ تو پرجوش سے پرجوش ہمسایہ کو بھی اس طرح عامیانہ و سوقیانہ انداز مین اُن کی دل آزاری کی جرات نہ ہوسکتی۔

سکھ صاحبان صرف ۳۰ لاکھ ہین۔ مگر یہی پُر جوش عزیز جو ۷ کروڑ مسلمانون کی خس برابر پرواہ نہین کرتے۔ خالصہ بہادرون کے سامنے بچھے جاتے ہین۔ اور ان کے کسی جلیل القدر بزرگ مہاتما وستی کے قلم سے بھی کوئی نا ملایم لفظ واجب التعظیم گرو صاحبان کی شان مین دانستہ بمقتضائے طبیعت نا دانستہ بفحوائے البشریت نکل گیا ہے تو اُسکی اصلاح کے لئے کوشان و سرگردان ہین۔ اگر مسلمانان ہند لاشئے محض نہ ہوتے۔ تو یہی پرجوش مہاشئے اسی قسم کی کوششین مسلمانون کی تالیف قلوب کی بھی کرتے اور اپنے بڑے سے بڑے شخص کے الفاظ پر تاویل و تفسیر کا ملمع پھیرتے ان نمایان واقعات کے بعد زمیندار کا فرض تھا کہ وہ مسلمانان بوسنہ و ہرسک کے عوض مسلمانان ہند کو اُن کی کمزوریون سے آگاہ کرتا۔ اور اُسکی مصلحتین اجازت دیتین تو جسطرح مسٹر لائیڈ کے ایک لفظ پر اُسنے دو آرٹیکل "درنقل کفر" اور "رد کفر" لکھے ہین اُس طوفان بے تمیزی پر بھی نظر ڈالتا جو اُسکے سامنے ہی برپا ہے۔ اگر اورنگ زیب و محمود غزنوی کی سب و ستم کا اُسکو خیال نہین تو ہم خوش ہین اور اس صبر و تحمل کی داد دیتے ہین مگر حضور محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات پر جو ناپاک حملے کئے گئے ہین اور کئے جاتے ہین۔ اُن سے زمیندار یا کسی احراری دوست کا چین بجبین نہ ہونا ہمارے لئے معمائے لاینحل سے کم نہین۔

فدائیان حریت و آزادی دوسرون کو معاہدات پر بے اعتمادی کا سبق دینے کے عوض ان معاہدات پر جو سلف گورنمنٹ کا سبز باغ دکھلا کر مسلمانون سے کئے جاتے ہین غور کرین تو یہ اُن کی قوم کیلئے زیادہ مفید ہے بیشک اس زمانہ مین قول و اقرار و پیمان و معاہدے بہت کم قابل اعتبار ہین مثلاً نوجوان ترک بار بار اپنی بے تعلقی کا یقین دلاتے رہے۔ مگر برخلاف اسکے وہ آخر کار اتفاق ثلثہ کے بالمقابل دشمن اسلام آسٹریا و جرمنی کی مدد پر آمادہ ہو گئے لیکن اسکا نتیجہ نہ نکلنا چاہیے کہ ہم رعایائے عثمانیہ کو اُسکی حکومت کے خلاف برانگیختہ کرین اگر ایسی صریح وعدہ خلافی کے باوجود زمیندار نے نوجوان ترکون کی کارروائی کو قابل ملامت نہین قرار دیا تو اس کا کوئی حق نہین کہ وہ مسلمانان بوسنہ و ہرسک کو حکومت آسٹریا کے معاہدون کی یاد دلا کر اُنکے امن و امان کو تہ و بالا کرے۔ اگر مسلمانان روس و جرمن و آسٹریا سے لڑ رہے ہین اگر مسلمانان بوسنہ آسٹریا کو مدد دے رہے ہین اگر الجزائر کے مسلمان فرنچ فوج کی مدد کر رہے ہین اگر مقبوضات برطانیہ کے اہل اسلام انگریزون کی حمایت مین خلوص قلبی سے جانین نثار کر رہے ہین تو یہ حالت تمام دنیا کے مسلمانون کا اعتبار بڑھانیوالی

ہے۔ مسلمانان بوسنہ کو سامنے رکھکر سادہ دل پبلک کو غلط راہ دکھلانا خود اپنی قوم کو اپنے حکام کی نظر مین ذلیل کرنا ہے۔ اس وقت تو ضرورت اس امر کی ہے کہ ان جدت آفرینون کو چھوڑ کر ہندی مسلمانون کی صحیح رہنمائی کی جائے اور اُن کو امن وامان کی برکتون اور آزادی مذہب و آزادی خیال و آزادی رائے کے فوائد سے آگاہ کیا جائے قوم کی حقیقی ضروریات پر کچھ نہ لکھنا اور فضولیات سے صفحے سیاہ کرنا ایک سربرآوردہ روزنامہ کی شان بڑھانے والا نہین۔

ایک بے نظیر انکشاف

۲ و ۳ دسمبر ۱۹۱۴ء کا روزنامہ زمیندار لاہور پھر میرے کلید افران کی زینت ہے۔ اور مین اُسکے لیڈرون کو بنظر غور دیکھ رہا ہون۔ کاش! ان دو نمبرون کے ساتھ ۲۷ نومبر کا پرچہ بھی مجھے ملتا۔ کہ اسکے افتتاحیہ "قانونی غلامی" کو جس کا حوالہ ۲ دسمبر والے لیڈر مین دیا گیا ہے۔ مین دیکھ سکتا۔ خیر! اب بھی جو تازہ انکشاف زمیندار نے کیا ہے وہ اضافہ معلومات مین بہت کچھ مدد دے سکتا ہے اس نامور جریدہ کی تحقیقات کے مطابق ہندوستان مین ایک بڑا گروہ اُسکے عاق کردہ فرزندون کا ہے جنکی شخصیتون کا علم تو اخبار مذکور کو نہین۔ کیونکہ یہ پاک ارواح مشاہدہ مین نہین آسکتین البتہ ان کے خستہ دلون کو بے جان کرنے والے کارنامے عالم شہود مین ہین۔

اس گروہ کی افترا پردازیون اور ملکی کورنمکی کا ذکر کرنے کے بعد زمیندار لکھتا ہے کہ :-

"یہ سچ ہے کہ ایسی غلیظ و نجس باتین ہرگز یقین کرنے کے قابل نہ تھین مگر جب سفید داڑھیان اور سجدہ کرنے والی جو مغز پیشانیان یقین دلانے کو موجود ہون تو کون کافر ہے جو اس پر ایمان نہ لائے گا۔ اور کون مرتد ہے۔ جسے یہ نامحبوب حقیقت باور آسکیگی کہ ؎

ریش سفید شیخ مین ہے ظلمت فریب ٭ اس مکر چاندنی پہ نہ کرنا گمان صبح

سفید ریش کے ساتھ لفظ "محبوب" جس قابلیت کے ساتھ ادا کیا گیا ہے۔ ہم اسکی داد دینے سے قاصر ہین۔ ہان یہ مبارکباد دیتے ہین کہ اس مرتبہ سجدہ کرنے والی گنہگار پیشانیون پر کلنک کا ٹیکہ لگانے سے بھی

اس اسلامی پرچے نے دریغ نہین کیا۔ جب آریہ دوست نماز کی نسبت کہتے تھے کہ ع

چہ سود از حرکت بیجا کہ بنشینی و برخیزی

تو ہم اسے مذہبی توہین سمجھ کر مکدر ہوتے تھے۔ مگر جب اسلام کا احترام کرنے والے ہمارے ہی ایک عزیز نے اپنے عاق شدہ بھائیون کی منافقانہ طور پر سجدہ کرنے والی پیشانیون کو ٹھکرایا تو ہمین مکدر و ملول ہونیکا کوئی موقع نہین۔ ان عاق شدہ عزیزون کی نسبت زمیندار کہتا ہے:۔

"ان حضرات قدسی صفات کا تازہ ترین کارنامہ جس کی تمام ایجاد سخن آفرینی و جدت طرازی واقعی قابل داد ہے یہ ہے کہ جنگ فرنگ مین باوصفیکہ گورنمنٹ کی پوزیشن مضبوط ہے۔ اور خبرین فقط رائٹر ایجنسی کے ذریعہ موصول ہوتی ہین اور گورنمنٹ نے محکمہ احتساب قایم کر رکھا ہے وغیرہ وغیرہ"

"بایں ہمہ یہ گروہ یہی مشہور کر رہا ہے کہ عوام مین جنگ کے متعلق غلط خبرین مشہور ہو رہی ہین جھوٹی افواہین مشہور ہو رہی ہین جن سے گورنمنٹ کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ اور جن کا لازمی انسداد حکام گورنمنٹ کا سب سے پہلا فرض اہم ہے"۔ جبکہ جھوٹی افواہون کی نسبت انگریزی اخبارات بھی شاکی ہین اور جبکہ یوروپین ایسوسی ایشن نے اپنے ایک مراسلہ مین گورنمنٹ ہند کے صیغہ داخلہ کو مشورہ دیا ہے کہ مقصلات مین جہان خوفناک اور غلط افواہین پھیلی ہوئی ہین صحیح خبرین پہنچانے کا طریقہ اختیار کیا جائے۔ جبکہ لاہور کی ایسی ہی جھوٹی خبرون کی تردید کرنے والی ایسوسی ایشن کے سیکریٹری ڈاکٹر کیلب او ممبرون مین زیادہ تر ہندو جنٹلمین شریک ہین۔ تو ان حالات مین ہم نہین جان سکتے کہ زمیندار کی سخن آفرین و جدت طراز طبیعت نے سارا الزام اپنے ہی سفید ریش و سجدہ گزار عزیزون کے سر رکھنے مین کیا مصلحت سمجھی ہے۔ قریباً دو کالم مین داد فصاحت و بلاغت دیکر جریدۂ مذکور لکھتا ہے:۔

آئندہ نمبر مین ہم اس سوال پر تفصیل کے ساتھ بحث کرینگے بالفعل صرف اس قدر کہتے ہین کہ مصالح برطانیہ کے خلاف ہندوستانیون مین کوئی بے جا افواہ نہین ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ یہ صرف چند خاص قماش کے انسانون کی طبع آزمائیان ہین کہ ہندوستان کو گورنمنٹ کی نظر مین باغی و سرکش ثابت کرکے اپنی وجاہت بڑھائین۔ اور اپنے قدح کی خیر منائین اسپر بھی اگر انسداد افواہ (مفروضی) ہی قرین مصلحت ہو تو بجائے اسکے

کہ ایک نیا سنسر شپ قایم کیا جائے۔ بہتر یہ ہے کہ گورنمنٹ جنگ کی ذیل مین تارونکی اشاعت ہی بند کردے امن پسند و مطیع قانون ہندوستان کو اس صورت مین بھی سر تسلیم خم کرنے مین کوئی عذر نہوگا۔ اور ہر حال راضی برضا رہیگا لیکن پھر بھی ہو عنایات و الطاف کے دروازے ہی کیون نہ بند کردیئے جائین مگر ہندوستان کے آبگینۂ اخلاص و عقیدت کو ذرا ٹھیس تو نہ فرض کرلیا جائے۔

جو نتیجہ زمیندار نے نکالا ہے ہم اسکو بھی بر ہوا خواہی سرکار و بہبودی ملک سمجھکر بھی یہ کہسکتے ہین کہ ہندوستان کی مسلمہ وفاداری کے باوصف اگر حضور والیسرائے اور دیگر حکام پر برہم اندازی ہو سکتی ہے۔ اگر لبرٹی کے پرچے خفیہ طور پر نکل چکے ہین اور جگا نتر جیسے امن سوز پرچے کی ایک ایک کاپی چند پیسون کی عوض روپے روپے کو فروخت ہو چکی ہے اگر خودی رام بوس جیسے ملعون و حشی القلب قاتل کی تصویر سر آنکھون پر جگہ پا چکی ہے اگر ہمارے بعض تعلیم یافتہ عزیز ایسی حمایت کر چکے ہین کہ ان کی تحریرات قابل مواخذہ متصور ہوکر ضمانتین لی جائین اور ان کے افعال لایق حقارت خیال ہوکر یہ ضمانتین بار بار ضبط کی جائین تو جاہلون اور ناواقفون مین غلط افواہون کا پھیلنا کون عجیب و ناممکن امر ہے۔ جو زمیندار ان کو باور کرنے کے لئے تیار نہین۔ آخر وہ خود بھی معہ ہمدرد شمالی ہند مین ایک افواہ پھیلنے کا ذکر کر چکا ہے اگر یہ اظہار محض بطور پیش بندی سر میکائیل اوڈوایر بالقابہ کی گورنمنٹ کو مرعوب کرنے کیلئے نہین تھا۔ اور شمالی ہند مین یہ افواہ واقعی پھیلی ہوئی تھی کہ ہز آنر حیدر آباد کی ناراضی کا بدلہ مولوی ظفر علی خان سے لینا چاہتے ہین۔ تو زمیندار سمجھ لے کہ "چند خاص قماش کے انسانون" کے علاوہ بھی اور لوگ افواہین پھیلا سکتے ہین گو یہ قدسی صفات سفید ریش نہ ہون۔ زمیندار کو یاد ہوگا کہ جب ہز ہائینس نواب صاحب بہادر رامپور نے دہلی مین ایک قومی جلسہ طلب کر رہے تھے تو روزنامہ ہمدرد نے کس قدر افواہون کا ذکر اپنے کالمون مین کیا تھا اگر اسمین سخن آفرینی و جدت طرازی کا دخل نہ تھا۔ اگر اس مین وضع و تصنیف کے عوض واقعیت و اصلیت کا قدرے جزو بھی شامل تھا تو چند یوم کے بعد ہی ہندوستان کی یہ کایا پلٹ نہین ہو سکتی کہ افواہون کا پھیلنا بند ہو جائے۔ یہ تو ممکن ہے کہ افواہین زمیندار پریس کی چار دیواری کے اندر نہ ہون مگر زمیندار کے پاس یہ باور کرنے کا کیا ذریعہ ہے کہ دیگر جگہ بھی افواہون کا کوئی وجود نہین۔

۳ر دسمبر ۱۹۱۴ء کی اشاعت مین ۱/۲ ۲ کالم جس مضمون کی نذر کیئے گئے وہ اس سے زاید نہین کہ چند واقعات جنگ جنکی اطلاع مختلف اوقات مین آئی ہے کسی خاص مصلحت سے یکجا کردیئے گئے ہین اس تدوین و ترتیب کی کیا ضرورت تہی اسکا اندازہ زمیندار کے مداحون اور خود زمیندار کے سوا اور کون کرسکتا ہے؟ غالباً اس کا مقصد نا معلوم شخصیتون کے پردے مین کچھ معلوم ہستیون پر جنکی کرم فرمائی تسلیم شدہ ہے "بگڑے ہوے ہاتھی" "سرکش گھوڑے" "دیوانہ کتے" کی پھبتیان اڑانا ہوگا جس کے ذکر سے تمہید کی ابتدا ہوئی ہے۔ درج کردہ واقعات جنگ اور دلچسپ تمہید کے دُہرانے کی ضرورت معلوم نہین ہوتی۔ مگر ساتھ ساتھ جو رائے زنی کیگئی ہے اُسکے بعض دلچسپ و نظر فریب حصص یہ ہین۔

(A) یہ گروہ۔ یہ ناحق کوش گروہ اپنی طباعی سے کوئی نہ کوئی وہمی۔ خیالی بہوت پیدا کرلیتا ہے کہ ادہر گورنمنٹ پریشان ہو ادہر رعایا ہلکان ہو۔ اس نے پہلے تو افواہون کا شوشہ چھوڑا۔ پھر انسداد کی تجویز پیش کی جس کی معقولیت سے انکار نہین ہوسکتا۔ مگر سوال یہ ہے کہ ملک مین وہ کونسی افواہین مشہور ہورہی ہین۔ اور اُن کی شہرت کا کیا ثبوت ہے کہ ضرورت سدباب کا غلغلہ بلند کیا جائے۔

(B) مگر مفروضہ افواہون کی اس سے زیادہ کوئی حقیقت نہین ہے کہ وہی خبر جو فی حد تحریر نا قابل اعتراض ہے۔ اسی کا اعادہ جب زبان تقریر کرتی ہے۔ تو ہمارا دشمن ہندو عدوے اسلام گروہ اس کو قابل اعتراض مشہور کرتا ہے اور یہ نہین سوچتا

سنئے تو ہو عشاق کی آہین پس دیوار ؛ اس پہ یہ شکایت ہے کہ گرمی ہی ہوا مین

(C) انگریزی اخبارات کی یہ ناروا اور ناپاک کارستانیان ہین جن سے غلط افواہین پھیل سکتی ہین۔ مگر ان مُنہ زور اخبارون کے مُنہ مین تو لگام نہین دیجاتی بے زبان اردو اخبارون کو اشاعت افواہ کا ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے۔ سچ ہے

اک جفا اُن کی کہ کچھ بھی نہین پر سب کچھ ہے ؛ اک وفا میری کہ سب کچھ ہے مگر کچھ بھی نہین

یہ عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو افواہون کی موجودگی کا قایل نہین بلکہ اُسکے خیال مین کوئی بیہودہ افواہ نہین ہے۔ نہ ہوسکتی ہے اور دوسری جانب وہ تسلیم کرتا ہے کہ انگریزی اخبارات کی وجہ سے غلط افواہین پھیل سکتی ہین یعنی جس چیز کا ہونا محال ہے اُس کا ہونا بھی ممکن ہے!!! غالباً انتشار حواس اور بے اصولی کا اس سے کہلا ہوا دوسرا ثبوت نہ ہوگا۔

افواہ اُن کی رائے مین ممکن ہے اور محال ۔۔۔ الحذر اے انتشار حواس اضطرار دل
اے ہمنشین دباؤ جو ہے کچھ پریس کا ۔۔۔ رخصت طلب ہین صبر و شکیب و قرار دل

مگر ان باتون سے زیادہ لطیف یہ بات ہے کہ انگریزی اخبارات کے منہ مین لگام نہ دینے کا گلہ بھی زمیندار ابھی نامعلوم شخصیتون سے کر رہا ہے۔ اب تک تو ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ "سجدہ گزار جو منفرد پیشانیون اور عدو سے اسلام سفید ریشون مین ان نامعلوم شخصیتون کی ہستی محدود و محصور ہے۔ مگر اب معلوم ہوا کہ اس مین ہندوستان کے عاق کردہ فرزندون کے علاوہ ایسے لوگ بھی شامل ہین جو ملک کے امن و امان کے ذمہ دار ہو کر بھی گورنمنٹ کو پریشان اور رعایا کو ہلکان کرنا اصول حکمرانی کا ایک جزو جانتے ہین جو وہ انگریزی اخبارات کی ناروا کارستانیون کو روک کر غلط افواہون کو پھیلنے کا موقع نہ دیتے ہان خیال کا موید یہ امر ہے کہ جفا و وفا والے شعر کے بعد ہی زمیندار یہ اضافہ کرتا ہے کہ:-

جب اس گروہ نے یہ نئی ترکیب سوچی ہے کہ انسداد افواہ کے نام سے بعض خطاب یافتہ ہندو مسلمانون کو آمادہ کیا ہے کہ وہ اخبار نویسون کی طرف سے بطور خود گورنمنٹ مین ایک نئے غیر سرکاری سینسر کے لئے درخواست دلائین جس کا کام یہ ہوگا کہ اخبار کا مضمون لکھا لکھایا تیار ہو۔ کاپیان مکمل ہو چکی ہون مگر وہ جس مضمون کو چاہے حذف کر ڈالے۔ کہ اس سے غلط افواہین پھیل سکتی ہین"

زمیندار کی اس تازہ اطلاع سے ہمارے اخذ کردہ نتیجہ کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ خطاب یافتون کو وہی جماعت کسی تجویز پر آمادہ کر سکتی ہے۔ جو اُن پر خاص اثر رکھتی ہو اور وہ جماعت سوا ئے حکمران گروہ کے بمشکل ہی کوئی اور ہو سکتی ہے۔ مگر ہم اُمید کرتے ہین کہ یہ حکمران گروہ پر محض بہتان ہے جو زمیندار کے اطلاع دہندہ نے گھڑا ہے اور اخبار مذکور نے جلد بازی و سادہ دلی کی وجہ سے اسکو قبول کر لیا ہے بعض لوگون کا خیال تھا کہ زمیندار کی نامعلوم شخصیتون مین بھی معلوم ہستیان ہین۔ جو کرم فرماؤن۔ خان بہادرون خان صاحبون آنریبلون۔ بیرسٹرون۔ سند وفادارون۔ سفید ریش حاجیون۔ عمامہ بند مفتیون کی صورت مین بارہا اس نامور جریدہ کی صفحات پر جلوہ گر ہو چکی اور اسکے عتاب و خطاب کا لطف اُٹھا چکی ہین مگر عبارت زیر بحث سے اس خیال کی تائید نہین ہوتی ہے۔ افسوس ہے کہ آخر مضمون پر ہندو شریف

بھی بوجہ خطاب یافتہ ہونے کے زمیندار کی ناراضی سے نہ بچ سکی اور سجدہ گزار چو مغز پیشانیون کے ساتھ وہ بھی مورد ملامت ٹھیرائے گئے۔

۲-۳-دسمبر والے مضامین کا اصلی منشاء کیا ہے۔ اسکو تو صحیح طور پر زمیندار ہی جان سکتا ہے۔ اور اس سے زیادہ وہ پاک ہستی آگاہ ہے جو دلون کے بھید اور طبیعتون کے چھپے ہوئے خبث سے پورے طور سے واقف ہے۔ لیکن بنظر سرسری جو نتایج اخذ ہو سکتے ہین وہ یہ ہین۔

(۱) ایک جماعت جسکی شخصیت کا علم زمیندار کو نہین ہندوستان مین غلط و بخس و ناقابل یقین باتین پھیلا رہی ہے

(۲) جنگ کے متعلق کوئی غلط افواہ ملک مین نہین۔ بلکہ افواہون کی موجودگی کا شوشہ اسی مجہول الشخصیت جماعت کا چھوڑا ہوا ہے۔

(۳) جب کسی اخباری خبر کا زبانی چرچا ہوتا ہے تو گو وہ خبر فی حد ذاتہ ناقابل اعتراض ہو مگر یہ جماعت اُسکو قابل اعتراض مشہور کر دیتی ہے۔

(۴) اس جماعت کو اردو اخبارون سے عداوت ہے۔ یہ انگریزی اخبارون کے منہ مین لگام نہین لگاتی

(۵) اسی جماعت نے بعض خطاب یافتہ ہندو مسلمانون کو آمادہ کیا ہے کہ وہ ایک غیر سرکاری محکمہ احتساب کے لیے گورنمنٹ کو درخواست دلائے۔

وہ لوگ جو زمیندار یا کسی احراری پرچہ کی ہر بات پر آمنا و صدقنا کہنے کو تیار نہین۔ بلکہ خود بھی چشم بینا رکھتے ہین جب وہ عوام مین ایسی خبرین پھیلی ہوئی دیکھین گے۔ جن کی اطلاع بذریعہ تار نہ ریوٹر نے دی ہے نہ کسی انگریزی اردو ہندی مرہٹی اور بنگالی وغیرہ اخبار نے اُن کو شایع کیا ہے تو وہ زمیندار کے دعوے عدم موجودگی افواہ کو کس نظر سے دیکھینگے۔ وہ ہندو اور مسلمان خطاب یافتہ وغیرہ خطاب یافتہ شرفا جو محض ملکی و قومی بہی خواہی کے لحاظ سے بلا کسی جماعت کی تحریک کے افواہون کے انسداد پر کمر بستہ ہوئے ہین جب وہ اپنے مستور الاسم والجسم و مجہول الحال و مکشوف المقال اُستادون کے کارنامونکی اطلاع زمیندار کے ذریعے پائینگے۔ تو معلوم نہین وہ اس نادر و بے مثال اطلاع کیلئے زمیندار کے کہانتک مشکور ہونگے خود گورنمنٹ جو صریح واقعات کی موجودگی مین فصیح و بلیغ مضامین پیچ دار و ذو معنیین فقرون سے دھوکا نہین

کہا سکتی۔ زمیندار کے اس عجیب وغریب انکشاف کو کیا وقعت دیگی۔ اور اس جانکاہی و عرقریزی کا نتیجہ وہ تو نہ نکلیگا جو زمیندار کو مرغوب و مطلوب ہو اخبارندکور ان جملہ امور پر قلم اُٹھانے سے پیشتر غور کر لیتا تو یہ اسکے اور اُس کی بدقسمت قوم کے لئے مفید ہوتا۔ ہم واقف نہین کہ ایسے مضامین کا کسی اخبار کی توسیع اشاعت پر کیا اثر پڑتا ہے۔ مگر زمیندار کی یہ نصیحت جو اُسنے اپنے ایک ہمعصر کو کی تھی۔ کہ توسیع کی اور بھی جائز تجاویز ہو سکتی ہین۔ ہم کو بخوبی یاد ہے اس صورت مین ہم اپنی ناچیز عقل کے مطابق زمیندار کو مشورہ دیسکتے ہین کہ ملک وقوم و گورنمنٹ کی خدمت گذاری کے لئے وہ ۲۲ و ۲۳ دسمبر والے آرٹیکلون سے بہتر کوئی اور مضمون تلاش کر سکتا تھا۔ اس معزز پرچہ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ گورنمنٹ کے ذرایع معلومات بہت وسیع ہین۔ لبرٹی کے چند نمبر واجب التعظیم آریہ لیڈر مہاتما لالہ منشی رام جی نے ہز آنر سر جان میسٹین صاحب بالقابہ کی خدمتمین بذریعہ دوستانہ تحریر بھیجتے ہوئے اپنی تحقیقات و مذاق سلیم کے مطابق کمال نیک نیتی سے یہ افسوس ظاہر کر دیا تھا کہ مہاتما جی کو جو اپنے کسی ہم وطن کے فعل پر جو جہاد کی تعلیم سے متاثر ہے۔ اور ترکی وایران کا ذکر کر رہا ہے کمال افسوس ہے" اسوقت کا پنور کا بدقسمت معاملہ رونما تھا اور قدرۃً ہز آنر بالقابہ لبرٹی کی پاجیانہ مفسدہ پردازی کو کسی جہادی مسلمان کا فعل تصور فرما سکتے تھے۔ مگر گورنمنٹ کے ذمہ دار ارکین نے اوچھے ہتھیارون۔ خالی کارتوسون۔ خیالی باتون اور وہمی بلند پردازیون پر بھروسہ کرنا ہمیشہ خلاف عقل سمجھا ہے اسلئے کابل وایران کی طرف دوڑنے کے عوض حکام والاشان ہندوستان ہی مین شرارت و شیطنت کے بانیون کا تعاقب کراتے رہے یہانتک کہ ان غدارون کی گرفتاری مین کامیاب ہوئے پس اس تجربہ کے بعد یہ کہنا یقیناً درست ہوگا کہ زمیندار لاہور کی وفادرانہ اطلاع کے باوصف بھی گورنمنٹ کے ارکین و عمایدہندوستان کے اُن عاق کردہ فرزندونکی تلاش مین سرگردان نہ ہونگے جنکی شخصیتون کی نشان دہی اخبار مذکور بھی نہین کر سکتا۔ بلکہ برخلاف اسکے ان ناخلف و نالایق کپوتون کی اصلاح و گوشمالی مین مصروف رہینگے جسکی ہستیان نمایان ہین جنکی احمقانہ کارگزاریان عیان ہین جن کی دنیا طلبی۔ دین فروشی۔ ناحق کوشی الم نشرح ہے جنکی کورعقلی بلکہ شاید کورنمکی بھی بے نقاب ہو چکی ہے۔

ہندوستانیون کی مسلمہ وفاداری کی نسبت کچھ لکھنے کی ضرورت نہین اُسکوان ناخلف کمینہ چھوکرون کی مذموم
حرکتون سے کچھ نقصان نہین پہونچ سکتا۔ مگر چونکہ غلط افواہون کا ازالہ گورنمنٹ کے لئے بہی مفید ہے اور
رعایا کے لئے بھی۔ اسلئے سخت ضرورت ہے کہ پریس بیورو اور دیگر ذرایع سے صحیح حالات عوام تک پہنچانیکا
انتظام کیاجائے۔ یہ ممکن ہے کہ اسطرح مفت اطلاع پانے کی وجہ سے پبلک کا ایک حصہ فی الحال اخبارون کی
خریداری پر آمادہ نہ ہو جس کا خیال غالباً بعض جیفہ دنیا پر جان دینے والون کو ستا رہا ہوگا۔ مگر ایسا
کرنے سے افواہون کے سدباب کے علاوہ لوگون مین تازہ حالات دریافت کرنیکا شوق پیدا ہوکر انجام کار
فائدہ اخبارون کو پہنچیگا۔ زمانہ جنگ مین بے بنیاد افواہین صرف ہندوستان مین نہین بلکہ ہرجگہ پھیلتی
ہین۔ چنانچہ لنڈن اور تمام یورپ مین اس خرابی کی روک تھام کے لئے ایک نیشنل پٹیریاٹک وقومی
محب وطن ایسوسی ایشن قایم کی گئی ہے۔ جو لوگون تک صحیح خبرین پہنچاتی ہے لاہور کے ہندو مسلمان شرفا
نے بھی یہی ضرورت محسوس کرکے عوام تک اصلی حالات پہنچانے کا ارادہ کیا ہے جس جلسہ مین یہ مفید تجویز
منظور کیگئی ہے وہ خان بہادر آنریبل میان محمد شفیع کی صدارت مین منعقد ہوا تہا۔ چونکہ آنریبل ممدوح
اس پارٹی سے تعلق رکہتے ہین جو خودساختہ احرار کو عقل سلیم واصابت رائے وعاقبت اندیشی سے معرا
جانتی ہے۔ اسلئے زمیندار کا تجویز مذکور سے اختلاف کرنا اور اُسکو اردو اخبارات کے رفتہ رفتہ بند کرنیکا
ذریعہ سمجہنا قابل معذوری ہے مگر اخبار مذکور کو اس قدر ضرور خیال کرلینا چاہیئے کہ اگر لندنی محب وطن انجمن
کا قیام خوش قسمت انگریزون کے آئینۂ اخلاص کو تاریک بنانے کے لئے نہین۔ بلکہ اور رونق وجلا دینے
کے واسطے ہے۔ تو لاہوری انجمن خدانخواستہ ہندوستانیون کو جو اُسکے ہی اعضا وجوارح ہین غدار و
بے وفا ٹھیرانے کی سعی کیون کریگی۔ زمیندار ایک طرف تو ہندو مسلمانون کو ایک مشترکہ پلیٹ فارم پر
دیکھنا چاہتا ہے۔ اور دوسری جانب وہ اپنے خاص عزیزون کے ساتھ بھی ایک مناسب ومفید
تجویز پر محض اسلئے اتفاق نہین کرسکتا۔ کہ وہ تجویز اسکی پارٹی کے دل ودماغ کا نتیجہ نہین۔ کیا یہ نمونہ کوئی
قابل تقلید نمونہ ہے؟ اور کیا احراری جماعت اسی قسم کی کمزوریون کے باعث کوئی تیار کن پالیسی ملک کے
سامنے پیش کرنے کی توقع کرسکتی ہے بعض احراری دوست جب کرم فرماؤن کی کرم فرمائی کی شکایت کرتے

تھے تو ہمین اعتبار نہ آتا تھا۔ مگر صریح حماقتون۔ شنایان و خشتنون اور ہذیان سرائیون کے بعد اگر کرمفرمائے پیدا نہ ہوجائین تو تعجب ہے ۔ سارے جہان کو تم نے مخالف بنالیا ۔ ان بے وقوفیون کا تماشا کرے کوئی

لاکھون گمان بد ہون جو تیمار دار پر ۔ بیمار غم کا خاک مداوا کرے کوئی

ہین قدر دانیون کے عوض بدگمانیان ۔ کیا چارہ سازی دل شیدا کرے کوئی

حزب الاحرار کے ذمہ دار ارکین کہان ہین ؟ کاش ! وہ اپنے بعض احمق ممبرون کو حزم و احتیاط سے کام کرنے کی صلاح دین۔ غلط افواہون کا پھیلنا گورنمنٹ کے لئے اتنا نقصان دہ نہین جس قدر خود ملک اور بالخصوص مسلمانون کے لئے ہے متحدہ ہندوستان کے خواب دیکھنے کے لئے کافی گنجایش ہے فی الحال اپنی بدقسمت قوم کو ہر قسم کے شک و شبہ سے بچانا چاہیئے اور اسکے لئے ایک صحیح پالیسی قایم کرنا چاہیئے یہ ہندوستانیون کی وفاداری کی آزمایش کا موقع ہے جو جماعت اس امتحان مین ناکامیاب ہوئی وہ ہمیشہ نقصان مین رہیگی۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

دشمن کی ریشہ دوانیان

پہنچا ہے شب کمند لگا کر وہان رقیب ۔ سچ ہے حرام زادے کی رسی دراز ہے

معزز و مقتدر روزنامہ زمیندار لاہور کا ادعا تھا کہ اسکی بدقسمت و نالایق قوم کے کچھ "غلاظت خوار" افراد صوبہ پنجاب کے دارالصدر مین "جرمنی جاسوس" کا فرض انجام دے رہے ہین۔ یہ دعوی صحیح تھا یا غلط مگر ناقابل التفات ضرور سمجھا گیا ہے۔ کیونکہ حکومت کی جانب سے کسی "غلاظت خوار جاسوس" کی تلاش کا کوئی انتظام نہ کیا گیا۔ خیر یہ جدت و نازک خیالی تو گل خندان چمن گردو دن بہار جانفزا نہ دکھلا سکی۔ اور ناشگفتگی کی حالت ہی مین مرجھا گئی۔ مگر جریدہ مذکور کی اطلاع دادہ خیالی خرابی سے زیادہ ایک اصلی خرابی کا پتہ چلتا ہے۔ جبکہ ہز آنر سر اوڈوائر صاحب بہادر جیسے ذمہ دار حکمران امریکہ سے آئے ہوئے ریوالور اور بنگالی بمب کا پنجاب مین موجود ہونا بیان کرتے ہین۔ مقام شکر ہے کہ پنجاب اس وقت ایک دوراندیش و مضبوط طبیعت کے حکمران کے ماتحت ہے۔ اور حکومت ہر ممکن تدبیر اس خرابی کے

ووکنے کے لئے اختیار کرنے پر مستعد ہے جیساکہ ہز آنر بھی علی روس الاشہاد ظاہر کرچکے ہین پنجاب کی مذکورہ بالا خرابی سے زاید ایک وسیع برائی کی موجودگی کا بھی یقین ہوتا ہے جب ہز ایکسلنسی لارڈ ہارڈنگ جیسے صاحب بہادر کسی صوبہ واحاطہ کا تعین کئے بغیر چند اخبارون کی کجروی کی شکایت فرماتے ہین۔ بیشک یہ برائی امریکن ریوالور اور بنگالی بمب سے زیادہ دور رس ہے۔ ورنہ امپیریل کونسل ہین اس کا مذکور نہ ہوتا۔ گورنمنٹ برطانیہ کے عہد مین امن وامان اور مذہبی وشخصی آزادی ہوتے ہوئے بھی جب بعض بدقسمت وتیرہ بخت جراید حریت وآزادی یا قومی وملکی بھی خواہی کو سامنے رکھکر غل مچاتے ہین تو اس غل مچانے کے دو ہی سبب ہوسکتے ہین۔ ایک یہ کہ نافہم عقل ودوراندیشی سے عاری ہین۔ اور اخبار نویسی جیسے مقدس فن کی قابلیت نہین رکھتے۔ دوم یہ کہ نہ ان لوگون کے دماغ مین خلل ہے۔ نہ ان مین لیاقت کی کمی۔ مگر دشمن نابکار کی ریشہ دوانیون کا جادو ان پر چل گیا ہے۔ اور ملت فروشی کا کافی معاوضہ ان کی جیبون مین پہنچگیا ہے۔ کسی صوبہ یا کسی قوم کے افراد کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھنے کی ضرورت نہین کیونکہ تمام ہندوستانی اقوام صدق دل سے گورنمنٹ کی مداح ہین۔ اور ہر صوبہ ایک ہی خیال وفاداری کا رکھتا ہے مگر کالی بھیڑین ہر جگہ مین ہوسکتی ہین۔ دشمن نابکار انہین سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اس کے جاسوس اور ایجنٹ یہ فائدہ ہندوستان مین آکر ہی اوٹھا سکتے ہین۔ اور ہندوستان کے باہر رہکر بھی ریشہ دوانی کرسکتے ہین۔ ناظرین نے جنگ کے شروع ہوتے ہی یہ جرمنی دعوی سنا ہوگا کہ ایجنٹون کے ذریعے سے مصر۔ ہندوستان۔ مراکو۔ وغیرہ مین بدامنی کرائی جائیگی گو صریح وصاف طور پر دشمن اس ارادہ بد مین کامیاب نہین ہوسکا اور نہ انشاء اللہ تعالی ہوگا۔ مگر کون کہہ سکتا ہے کہ بعض غدارون پر اس نے اثر نہین ڈالا۔ ایسا نہ ہوتا تو ہر اخبار کا لب ولہجہ اس وقت گورنمنٹ کی راہ سے مشکلات دور کرنیوالا ہوتا۔ کسی زمانے مین اخبار نویس کا اخلاق بہت ہی بلند سمجھا جاتا تھا مگر اسوقت کہ جب اخبارات خود قبول کرتے ہین کہ ان مین بعض ملت فروش ہین تو یقین کرنا کچھ بھی دشوار نہین۔ کہ چند اخبارون نے جیفہ دنیا پر سگ دیوانہ کی طرح ضرور منہ مارا ہے۔ ہمدرد والہلال جب اپنے کسی مشہور معاصر کے طرز ادا کو سوقیانہ کہتے ہین۔ زمیندار سا معزز پرچہ جب کسی معاصر کو مرغ مرچ کے طعنے دیتا ہے تو ہم

توہم اسے محض ادیبانہ شوخی قرار دیتے ہین مگر جب بار بار سنجیدگی کے ساتھ یہ یقین دلایا جاتا ہے
کہ اخبارون کا ایک خاص طبقہ ملت فروش ہے تو ہم اس کو اھل البیت ادری بما فی البیت
کے مشہور مقولہ کی مطابق وقعت دیکر اتنا ضرور یقین کر لیتے ہین - کہ چند اشخاص یقیناً قوم فروش اور ملکی
وقومی بہی خواہی کی آڑ مین قومی غدار و ملکی نمک حرام ہین -
دشمن نابکار جب کسی قومی غدار کا منہ لقمۂ تر سے بہر دیتا ہے تو یہ غدار اگر سمجھدار ہے تو کھلم کھلا گورنمنٹ کی
مخالفت نہین کرتا بلکہ وہ ایسی بات پر بار بار بحث کرتا ہے جس سے ضمناً حکومت کی برائی پیدا ہو مثلاً
وہ یہ امر سادہ دل پبلک کے ذہن نشین کراتا ہے - کہ خطاب یافتہ عموماً قوم فروش ہین - اگر وہ غدار اس
چالاکی مین کامیاب ہوگیا تو یہ نتیجہ خود بخود نکل آتا ہے کہ گورنمنٹ خطاب ہی ان لوگون کو دیتی ہے
جو قوم فروش ہون - اور ایسا کرنے سے گورنمنٹ کا یہ منشا ہوتا ہے کہ ملک ابھرنے نہ پائے - او مقدس
آریہ ورت اسی غلامی کی حالت مین رہے جو اس کی بداعمالی کا نتیجہ ہے - یہ غدار اگر قرآن و حدیث یا
وید یا گرنتھ صاحب سے بہی واقف ہے - تو وہ اپنا مضمون لکھتے ہوئے جا بجا ان مقدس نوشتون کے
حوالہ دیتا جاتا ہے - خواہ وہ وہان چسپان ہون یا نہون کیونکہ اسکی غرض احقاق حق تو نہین بلکہ غلط
فہمی پھیلانا - اور اپنے لقمۂ حرام کو زہر مار کرنا اس کا مقصد ہوتا ہے - مگر ان غدارون کو معلوم ہونا چاہیئے
کہ گورنمنٹ کے ذرایع معلومات بہت وسیع ہین وہ مستند وفادارون اور کرم نماؤن کے بہروسہ پر
حکومت نہین کر رہی بلکہ ملک کے گوشہ گوشہ کی خبر رکھتی ہے - اور ان کو خوب پہچانتی ہے جو عزیز محض
اس وجہ سے اس قسم کی حماقت کر رہے ہین - کہ ان کی حریت و آزادی کی شہرت مین فرق نہ آئے ہم
ان سے بہ منت عرض کرین گے کہ جولانی طبع کو دوسرے وقت پر منحصر رکھین جب موجودہ نازک وقت
نکل جائیگا - تو ہم خود ان کو خان بہادرون اور مستند وفادارون کے بعض خاص حالات بتا دین گے
کیونکہ یہ گروہ معصوم و محفوظ عن الخطا نہین - ان کے بعض ممبر احراری ممبرون سے زیادہ شہرت پسند کی
ذاتی اغراض کے خواہان ہین - جیسا کہ ان کا ایک حصہ اخلاق و تہذیب و اعتدال مین کئی احراریون سے
زیادہ معزز و ممتاز و نمایان ہے - ہم آنریبلون و خان بہادرون مستند وفادارون کے طرفدار نہین

کیونکہ نہ خطاب یافتہ ہین۔ نہ خطاب کے متمنی۔ بلکہ یون کہنا چاہیئے کہ خطاب ایسا بے وقوف نہین جو ہماری بوسیدہ چٹائی اور شکستہ چارپائی کو پسند کرے۔ غرض کوئی وجہ ہمین خطاب دارون کا طرفدار ہونے کی نہین ہے۔ ہم محض اپنی قوم کو بدظنی سے بچانے کے لئے یہ درخواست کر رہے ہین یہ سچ کہ مہذب و متین لب ولہجہ سے خریداران اخبار کی تعداد کم ہوجائے گی۔ مگر جب اہل ملک اپنا جان و مال فدا کرتے ہین تو ہمارے ان دوستون کو بھی کسی قدر ایثار سے کام لینا چاہیئے۔

چندۂ مسجد کانپور اور احراری دوستون کے کارنامے

چندہ کانپور کے متعلق ہماری خوابیدہ بخت قوم نے جس کی بیداری کا بشدومد اظہار کیا جاتا ہے۔ بعد مدت کروٹ لیکر اخباری دنیا مین بحث کا ایک ناگوار پہلو پیدا کردیا۔ اس نیم بیداری یا حرکت اضطراری کا باعث خان بہادر سید جعفر حسین صاحب ٹرسٹی علیگڈہ کالج ہین۔ جنہون نے مسٹر مظہر الحق صاحب کے تحکمانہ ارشاد کو المیزان (علیگڈھ) مین شائع کرایا۔ یا خود مسٹر ممدوح ہین کہ آپ نے منشی سید نثار حسین صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ محکمہ انہار کو ایسا سخت و ناموزون جواب دیا۔ جو متکلم و مخاطب دونون کی شان سے گرا ہوا تھا مسٹر ممدوح اپنے غیر متوقع جواب کے منکر نہین۔ گو اس کے الفاظ مندرجہ پیسہ اخبار ۲۶ مارچ ۱۹۱۵ء وہ نہ ہون جو المیزان نے شائع کئے ہین ؏

لیتا ہے کوئی دیکھین تو کیونکر عوض خون — قاتل ہے جو اپنا وہ مکرتا ہی نہین ہے

مسٹر مظہر الحق شاید ایسا خشن و ناملائم جواب نہ دیتے مگر سید نثار حسین صاحب کی سادہ وضعی اسی کا سبب ہوئی۔ موجودہ زمانے مین سوٹ بوٹ کالر نکٹائی بھی لازمۂ تہذیب ہین۔ سید صاحب اور انکے خاندان کے بعض ممبر اگر اس ضرورت کا لحاظ نہ رکھکر بعض فیشن ایبل دوستون سے چند مرتبہ جھڑکیان کھا چکے ہین۔ تو انہین خود اپنی سادہ وضعی کو قابل ملامت قرار دینا چاہیئے۔ چندہ کی نسبت اخبارات مین جو طریق بحث اختیار کیا گیا تھا۔ وہ زیادہ نتیجہ خیز نہ تھا۔ اس لئے روزانہ پیسہ اخبار نے بہت اچھا کیا کہ اپنا ایک قائم مقام آنریبل مسٹر مظہر الحق کی خدمت مین بھیجکر تصویر کا دوسرا رخ بھی پبلک کے سامنے پیش کردیا

یہ قایم مقام اول کانپور گیا۔ جہان اس نے مچھلی بازار کی مسجد کو اسی شکستہ حالت مین دیکھا جس مین وہ مقدمہ سے پیشتر تہی معلوم نہین کہ اسمین متولیون کا قصور ہے یا احراری دوستونکی بے تکلی (کیونکہ شور اشوری کا زمانہ گذر چکا ہے) بہر حال جو صورت ہو۔ اس سے مسلمانون کی عملی قوت کا کافی اندازہ ہو سکتا ہے۔ آہ اسی بساط پر ہم سر ایڈورڈ گرے کو خارجہ پالیسی کے متعلق سبق پڑھانا اور سلطنت سے سیلف گورنمنٹ مانگنا چاہتے ہین آہ اسی سکون و انجماد پر ہم اقوام معاصر سے ہمسرانہ سلوک کے طالب ہین بلکہ اسوقت ہندوؤن کو بھی رہنمائی کرنیکے مدعی ہین ؎ پہلے پیدا تو کرے دیدۂ موسیٰ کوئی ۞ پھر کرے آرزوے برق تجلّی کوئی

مسجد کی یہ دردناک حالت دیکھکر قایم مقام پیسہ اخبار پٹنہ پہنچا جہان اس نے مسٹر مظہر الحق سے مل کر معلوم کیا کہ زرچندہ قریباً ۹ ہزار وصول ہوا تھا۔ جو اسوقت ۸ ہزار رہگیا ہے۔ زرچندہ اگر ساتھ کے ساتھ کسی صنعتی کام مین لگا دیا جاتا یا اس کے پرامیسری نوٹ خرید لیئے جاتے تو جو رقم بطور امداد بیوگان و یتیمان کانپور کو مل رہی ہے۔ منافع سے ملتی رہتی اور اصل سرمایہ قریباً محفوظ رہتا۔ مگر یہ کام کون کرتا اور کیون کرتا۔ مسٹر مظہر الحق ممدوح تو سفر یوروپ اور اپنی اہلیہ کی علالت کی وجہ سے عدیم الفرصت تہے اور دوسرے احراری دوست مسلم یونیورسٹی علی گڈہ کالج۔ ندوہ مسلم لیگ وغیرہم کو استبدادیون کے پنجۂ ظلم سے چھڑانے مین لگے ہوئے تھے اس لئے ایسی خفیف رقم کی جانب توجہ نہ دے سکتے تہے ہم اس عدم توجہی کو دیکھکر راولپنڈی کے جلسہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس مین خواجہ گل محمد صاحب پلیڈر تجویز پیش کرنا چاہتے تھے کہ چندہ کانپور سے علیگڈھ کالج مین ایک بورڈنگ بنا دیا جائے اور اسکی آمدنی سے کانپوری مستحقین کی مدد ہوتی رہے مگر مسٹر محمد علی صاحب ایڈیٹر ہمدرد کی مخالفت نے اس تجویز کو پیش نہ ہونے دیا۔

مسٹر محمد علی کی مخالفت غالباً اس بنا پر ہوگی۔ کہ جو روپیہ ایک کام کے لئے جمع کیا جائے وہ دوسرے مین نہ لگنا چاہیئے۔ روزنامہ زمیندار بھی اسی اصول پر مسٹر موصوف کا طرفدار اور اصل تجویز کا مخالف تھا۔ گو احراری حضرات مسلم یونیورسٹی فنڈ کے ترکی قرضہ مین لگا دینے کا فتوے دے چکے تھے اور یہ لے یہانتک بڑہی تھی۔ کہ جریدہ جلیل وکیل امرتسر بھی باوصف ادّعائے متانت کے احراری جرائد سے چار قدم آگے رہنا چاہتا تھا۔ تاہم ہمین مسرت تہی کہ ان صاحبون نے بہت جلد اپنی غلطی کا احساس کرلیا۔ ہے جو زرچندہ

کانپور کو علیگڈہ کالج مین لگانا پسند نہین کرتے۔ لیکن ہماری مسرت کا خاتمہ ہو جاتا ہے جب ہی روپیہ مولانا ظفر علی خان صاحب کی ضمانت مین داخل کرنیکی رائے ایک نامہ نگار دیتا ہے اور ہمدرد دہلی یہ سفارش کرتا ہے کہ اگر روپیہ دینے والے اپنی رضامندی دیدین تو اسے مسرت ہوگی۔ اور نامہ نگار زمیندار مطبوعہ ۳۱ مارچ کی رائے ہین "یہ ہمدردانہ خیالات قومی نقطہ خیال سے سپاس و ستائش کے مستحق ہین" گویا زر مذکور کا علیگڈہ کالج مین صرف ہونا جبکہ اوسکی آمدنی سے متحقین کانپور ہی مدد پاتے قابل اعتراض تہا ورنہ وہ دوسرے مصارف مین جس کا تعلق احراری دوستون سے ہوگا یا جا سکتا ہے۔ یہی نہین بلکہ قومی نقطہ خیال سے سپاس و ستائش کا مستحق قرار پا سکتا ہے۔ حق یہ ہے کہ ہم اپنے احراری دوستون کے زرین اصول سمجھنے کی قابلیت نہین رکھتے ہان وہ ہوشیار و فرزانہ پبلک جس کی بیداری کا بار بار ادعا کیا جاتا ہے خواب غفلت مین مدہوش نہین ہے۔ تو ان اصول کو بخوبی سمجھ گئی ہوگی۔ اور وہی اس عقدہ کو دوسرون پر حل کر سکتی ہے۔ چندہ کانپور سے بڑھکر کون چندہ قیمتی ہو سکتا ہے۔ جو مسلمانون کا خون بہانے کے بعد حاصل کیا گیا ہو اس کا روز بروز کم ہوتے جانا مسجد کا بدستور منہدمہ حالت مین پڑا رہنا۔ چندہ کی نسبت دریافت کرنے والونکو ایسا جواب ملنا جیسا منشی سید نثار حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر انہار کو ملا ہے یہ جملہ امور قوم کی توجہ کے قابل تھے بشرطیکہ وہ خواب غفلت سے بیدار ہوتی اور بیدار کہہ کہکر اسے اور نہ سلا دیا جاتا۔ احراری دوستون نے شروع سے آجتک اس مسئلہ مین اس قدر غلطیان کی ہین کہ خود ان کا ضمیر انہین ملامت کرتا ہوگا جو عقدہ انگلیون سے کھل سکتا تھا۔ اس کو دانتون سے کھولا گیا۔ اور اس پر بھی وابستہ ہی رہا ؎

کس سے محرومی قسمت کی شکایت کیجئے ہم نے چاہا تھا کہ مر جائین سو وہ بھی نہوا

ہم یہ مضمون ختم کرکے پریس کو بھیج رہے ہین کہ روزانہ پیسہ اخبار مطبوعہ ۱۰ اپریل ۱۹۱۵ء سے یہ معلوم ہوا۔ کہ اخبارات کی متفقہ چیخ پکار خالی نہ گئی یعنی مسٹر مظہر الحق صاحب نے چندہ مسجد کا بقیہ (۸) ہزار روپیہ بمد امانت راجہ صاحب محمود آباد کے حوالہ کر دیا۔ آنریبل ممدوح نے آخری فیصلہ کو بدیر کیا۔ لیکن قوم کو انکا شکر گذار ہونا چاہیئے۔ کہ ایک مردانہ و عاقلانہ فیصلہ کر دیا (مگر بمد امانت کا مطلب ہماری سمجھ مین نہین آیا) ہمین راجہ سر محمد خان صاحب کی انجام اندیشی سے توقع ہے۔ کہ یہ روپیہ بلا توقف کسی منفعتی کام مین لگا دیا

جائیگا (بشرطیکہ مدا مانت کی پابندی انہین اجازت دے) اور پہلے کی طرح بیکار نہ پڑا رہیگا۔ احراری دوست چونکہ اس کا کالج علیگڈھ مین صرف ہوناگو اس کا منافع ہنیمان کانپور کو ملے ناپسند کرتے ہین۔ اس لئے ہم راجہ صاحب سے بمنت درخواست کرینگے۔ کہ وہ کسی دوسری جگہ اسکو کام مین لگا دین تاکہ احراری دوستونکی طبع نازک ملول نہو جو روپیہ زر اصل سے صرف ہو چکا ہے۔ اسکی بابت اسیقدر تفصیل کافی ہے جو مسٹر مظہر الحق صاحب قایم مقام پیسہ اخبار سے بیان فرما چکے ہین۔ اب اسکی بابت یہ دریافت کرنا کہ وہ کسی اخبار کی امداد مین صرف ہوا یا نہین اور کس قدر صرف ہوا۔ کوئی مفید نتیجہ پیدا نہین کر سکتا۔

مسٹر مظہر الحق اور چندہ کانپور

عنوان بالا سے روزنامہ زمیندار مطبوعہ ۱۲۔ اپریل ۱۹۱۴ء لکھتا ہے کہ راجہ صاحب محمود آباد نے یہ اعلان کرتے ہوئے۔ کہ مسٹر مظہر الحق نے چندہ کانپور کا ۱۱ ہزار روپیہ بذریعہ چک دیدیا ہے ایک پر زور تقریر مین ان لوگون سے اظہار نفرت کیا۔ جو بیوجہ مسٹر مظہر الحق کو اس معاملہ مین متہم کر رہے تھے اور ایسے اصحاب کی تنگ نگاہی و خفیف الحرکاتی کا افسوس فرمایا۔"

ہمارے خیال مین راجہ صاحب نے یہ نہایت ہی دانشمندی کا کام کیا ہے۔ کیونکہ ہماری قوم کے بعض بد قسمت افراد کچھ ایسے علیع العذار ہو گئے ہین۔ جو اکابرین پر بے سبب اعتراضات کرتے رہتے ہین جنکی کہ بزرگ قوم مسٹر امیر علی جیسے مسلمہ لیڈر بھی انکی سیہ باطنی سے محفوظ نہین رہتے پس ضرور تھا۔ کہ جو لوگ مسٹر مظہر الحق کی نسبت سوء ظن سے کام لے رہے ہین۔ ان سے اظہار نفرت کیا جائے راجہ صاحب اگر پہلے سے اس بڑھتی ہوئی برائی کا خیال فرماتے۔ تو اور بھی زیادہ مناسب ہوتا۔ ہمین امید ہے۔ ممدوح کا اظہار تنفر محض اسی قسم کے لوگون سے ہوگا اور وہ اصحاب مورد عتاب نہ بنائے گئے ہونگے جنہون نے مسٹر مظہر الحق کو ایک بھولے ہوئے فرض پر توجہ دلائی یعنی قوم کا امین ہونے کی حیثیت سے جو بے پروائی مسٹر ممدوح کر رہے تھے۔ اس لئے ٹوکا اور ان کو رقم چندہ کی نسبت کوئی آخری فیصلہ کرنے پر مجبور کیا ایسے حضرات کی سعی کا تو مسٹر ممدوح اور تمام حق پسند اصحاب کو مشکور ہونا چاہیئے۔ زمیندار کا یہ خیال درست معلوم ہوتا ہے۔

من حیث القوم کبھی ہندوستان کے مسلمانون نے مسٹر مظہر الحق پر ایک لمحہ کے لئے اس قسم کا شبہ نہین کیا"
واقعی شریف و متین مسلمانون کا دامن ہمیشہ اس قسم کے دہبون سے پاک رہا ہے یعنی انہون نے کبھی اپنے سردار پر
کسی قسم کا شبہ نہین کیا۔ مگر بعض لوگ ہین سنہری روپہلی مصلحتون اور گرم بازاری کیلئے بزرگان قوم پر اعتراض کرتے رہتے
ہین جس سے انکا مطلب سادہ دل پبلک مین اپنے زہر یائی کا سکہ جمانیکے سوا کچھ نہین ہوتا۔ اگر اسی قسم کے کسی خبیث
و بدباطن نے مسٹر مظہر الحق صاحب کی دیانت و امانت کی نسبت کچھ کہا ہو۔ جس کا ہمین کوئی علم نہین۔
تو اسکی ہرزہ سرائی پر کوئی توجہ نہ ہونا چاہیئے۔ زمیندار آخر نوٹ پر لکھتا ہے کہ :۔

جو لوگ ابھی کل تک مسٹر مظہر الحق کے متعلق شبہات پیدا کرنے مین ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ ان کو اگر کبھی وہ
شرما سکتے ہون۔ تو اپنے گریبان مین منہ ڈالنا چاہیئے"

ہمارے خیال مین ان ایڑی چوٹی کا زور لگانیوالون کو یہ فیصلہ کرنیکے لئے چھوڑ دینا چاہیئے۔ کہ انہین شرمانا چاہیئے یا نہین
انہون نے اگر کبھی اپنے جیسے کسی بے اصول کو نالائقی و خفیف الحرکاتی پر شرماتے دیکھا ہوگا۔ تو انہین کچھ نہ کچھ حجاب
آجائیگا۔ پس کسی کو محجوب و شرمسار کرنیکے عوض زمیندار کو ان بعض اصولی امور پر توجہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ گو (۸)
ہزار روپیہ راجہ صاحب محمود آباد کی امانت مین پہنچ گیا ہے۔ تاہم اصل مبحث کا خاتمہ ابھی نہین ہوا۔ مثلاً
اوّل۔ کیا یہ صحیح ہے۔ کہ سوداگران چرم نے جو بارہ ہزار روپیہ اعانت ستم زدگان کانپور کیلئے دیا تھا۔ وہ واپس لیکر ڈنر اور
آتشبازی مین صرف کیا گیا؟ ایسا ہوا ہے تو یہ کس اصول پر ہوا ہے؟ کیا مسٹر مظہر الحق کو اسکی واپسی کا اختیار تھا؟
اور جب ستم زدگان کانپور کے گھر مین صف ماتم بچھی ہوئی تھی۔ ایسے جلسہ ہائے مسرت کرنیکی خاص ضرورت تھی کہ کون
ملک احرار نے فتح کیا تھا۔ اور قوم کو کیا فائدہ پہنچا تھا۔ دوم۔ کیا یہ صحیح ہے کہ بعض اخبارات کی ضمانت مین چندہ
کانپور سے کچھ روپیہ دیا گیا ہے۔ وہ اخبار کون ہین؟ مقدار امداد کیا ہے؟ اور اس امداد کا جواز کس قاعدہ پر
مبنی ہے؟ ہم اس حصہ کو طول دینے کے خلاف ہین۔ مگر جن اخبارات کا نام پبلک کی زبان پر آرہا ہے۔ ان کو یا تو اپنی
صفائی پیش کرنا چاہیئے۔ یا جو رقم وہ لے چکے ہین راجہ صاحب کی خدمت مین بھیج دینا چاہیئے۔ کہ اسمین خود انکی
نیکنامی اور مسٹر مظہر الحق کی قومی خدمات کا اعتراف ہے۔ سوم۔ قریباً ایک لاکھ قومی روپیہ اپانتی کہا تہ مین بلا سود
اسلئے رکھا گیا ہوگا۔ کہ مسٹر مظہر الحق کے نزدیک بنک سے سود لینا ناجائز ہے یا چندہ دہندگان نے کوئی ایسی ممانعت

کردی تھی۔ محض ایک عام بے پروائی تھی۔ اور جس کا نتیجہ یہی نکلا کہ اصل ہمرایہ گھٹ رہا ہے پس اب تو روپیہ کسی منفعتی کام میں لگا دینا چاہیے۔ بہرصورت اگر اس قسم کے سوال اٹھاتے ہوئے روزنامہ زمیندار کسی وجہ سے معذور ہو۔ تو اسکو کم از کم اس امر پر زور دینا چاہیے کہ ۱۸ ہزار روپیہ ایک باضابطہ کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے۔ تاکہ احراریوں پر استبداد و خود رائی کا جو الزام لگایا جا رہا ہے وہ بے اثر ہو جائے۔ آخر زمیندار نے بھی تو چندہ بلقان کی نگرانی کیلئے ایک کمیٹی بنا دی تھی۔ گو وہ خاص اس کے ہم خیالوں اور ہم رنگوں سے مرکب تھی۔ تاہم ایک جماعت تو تھی اور ایک خاص شخص تو سفید و سیاہ کا مالک نہ تھا۔ قوم کو مسٹر مظہر الحق صاحب کی ذات پر بھی اعتبار تھا۔ اور راجہ صاحب محمود آباد کی ذات پر بھی اعتبار ہے۔ مگر اس اعتبار کو صدمہ پہنچ سکتا ہے۔ اگر قومی روپیہ کے ساتھ ایسی بے اعتنائی کا سلوک ہوتا رہا ہے۔ اور مخدومان قوم کو خادم القوم سمجھنے کے عوض مطلق العنان حکمران سمجھتے ہیں۔ معاملہ کانپور میں احراری دوست متعدد مسلسل غلطیاں کر چکے ہیں۔ کیا ابھی انکے سنبھلنے کا وقت نہیں آیا کسی جلسہ میں پرزور تقریر کرنا اسی وقت کچھ مفید ہے جبکہ عمل سے بھی اسکی تائید ہو۔ یہ وقت مخالفین پر اعتراض کرنیکا نہیں۔ بلکہ کوئی عملی کام کر دکھانیکا ہے۔ چونکہ بدقسمتی سے زمیندار نے اس مسئلہ میں گہری نظر ڈالنے کی تکلیف نہیں اٹھائی۔ اس لئے یہ کیونکر ممکن تھا۔ کہ کوئی مراسلہ نگار سطح سے نیچے جانیکی زحمت گوارا کرے چنانچہ خواجہ سید منظور صاحب بھی معاملہ زیر بحث پر نظر کرتے ہوئے اول مسٹر مظہر الحق کے "ثبات و استقلال" کی گیت گاتے ہیں پھر مسٹر مظہر کی کارروائی پر نکتہ چینی کرنے والوں کو ستم زدگان کانپور کی امداد میں ایک پیسہ بھی نہ دینے کا طعنہ دیتے ہیں معلوم نہیں۔ کہ نامہ نگار صاحب کو یہ علم کس ذریعہ سے ہوا ہے۔ کہ معترضین نے چندہ کانپور میں حصہ نہیں لیا اور تمام زر موجودہ محض احراری دوستوں کا عطیہ ہے۔ اسکو بھی جانے دیجئے۔ آگے چلکر نامہ نگار صاحب فرماتے ہیں کہ کوئی کیسے ہی خلوص و دیانت سے کام کرے۔ مگر ان حضرات کی ابلیسانہ حرکتوں سے نہیں بچتا ایسے حضرات کہاں سے آئینگے۔ کیا آسمان سے اترینگے۔ جن پر ان مفسدین کو اطمینان اور بہروسہ ہوگا"

انسان صورت شیطان ہر زمانے میں رہے ہیں۔ انہیں کو دیکھکر مولانائے روم کو کہنا پڑا تھا ہے ؎

اے بسا شیطان آدم روئے ہست پس بہر دستے بنباید داد دست

مگر اپنے مخالفین ہی میں شیطنت و شرارت کو مخصوص سمجھنا غلطی ہے۔ زید کے گھر میں آگ لگتی ہے۔ اور عمرو خوش ہوتا

یہ بھی ایک شیطنت ہے۔ عمرو گرفتار ہوتا ہے۔ اور خالد کے گھر گھی کے چراغ جلتے ہین۔ یہ بھی ایک شیطنت ہے لیکن جو لوگ زید کا گھر محض عداوت سے پھونکتے ہین۔ یا بیگناہ عمرو کو ذاتی دشمنی کے باعث گرفتار کراتے ہین۔ انکی شیطنت و شرارت تو دونون مقدم الذکر ابلیسون سے بڑھ گئی ہے۔ رہی تنگ نظری و تنگ ظرفی تو یہ دبا عام ہے ایک شخص اپنی گرم بازاری کی امید پر خان بہادرون مستند وفادارون کو بدنام کرتا رہتا ہے تو دوسرا اپنے معاصرین کی معمولی لغزشون کو بڑی اسکیل مین دکھلانا چاہتا ہے۔ ایک اخبار خوش ہے۔ کہ امسال مدرسہ اسلامیہ لاہور سے انٹرنس مین کم لڑکے پاس ہوئے۔ تو دوسرا جریدہ اظہار مسرت کرتا ہے۔ کہ مراکو کی آزادی کا خاتمہ ہونیسے مسلمانونکی پولیٹیکل اہمیت کی ٹانگ ٹوٹی۔ غرضکہ کہانتک لکھا جائے۔ ملک ایک عام مصیبت مین مبتلا ہے جس سے رہائی کا کوئی ذریعہ نظر نہین۔ آتا پہلے جیفۂ دنیا پر جان دینے والے دین کی آڑ لیکر ہم جیسے سادہ دل لوگونکو احمق بناتے تھے۔ پھر قوم پرستی و حب الوطنی کا راگ گاکر شکم پری کرنے لگے۔ یہ رنگ بھی کچھ پھیکا پڑا۔ تو حریت و آزادی کو سامنے رکھکر قوم کو لوٹا جاتا ہے۔ اور رہنمایان قوم کو راہزن و دشمن بتلا کر اپنا اُلّو سیدھا کیا جاتا ہے۔ کاش خواجہ سید صاحب ان تمام باتون پر غور فرمائین۔ ان کا آخر مضمون پر یہ فرمانا مین نہین سمجھ سکا کہ:

مسٹر مظہر الحق صاحب نے سرمایہ کانپور کا اسی ہزار چک کی صورت مین راجہ صاحب محمود آباد کے سپرد کر کے بلند اخلاقی ایثار کا ثبوت دیا ہے وہ محتاج بیان نہین" زر موصولہ بیکار پڑا رہکر ۹ ہزار سے اکاسی ہزار رہگیا خواجہ سید صاحب فرط محبت سے اگر اسکو بھی "غیر اخلاقی ایثار" کا خطاب عطا فرمائین۔ تو یہ اور بات ہے۔ ورنہ قوم کے روپیہ کے مطالبہ پر ایک اور امین کے سپرد کرنا کوئی ایسی بات نہین جسکو اخلاقی ایثار بتلایا جاتا۔ اور اس قدر ناز کیا جاتا ہے ہمارے دوستونکا یہ ارشاد بھی صحیح نہین کہ قوم نے محض فلان شخص پر بھروسہ کر کے روپیہ دیا تہا یا فلان وفلان اخبارات کے اثر سے چندہ جمع ہوا تہا۔ درحقیقت بعض لوگون نے اپنی سنہری روپہلی مصلحتون اور اشاعت اخبار کی غرض سے معاملہ کانپور کو اس بھیانک شکل مین پیش کیا تھا۔ کہ عامۃ المسلمین بھڑک اٹھے اس صورت مین جو شخص بھی اس معاملہ کو ہاتھ مین لیتا اس کے پاس روپیہ پہنچ جاتا۔ پھر مسٹر مظہر الحق صاحب تو ایک مشہور شخص تھے۔ انکے پاس زر امداد کے پہونچنے اور جمع ہونے مین تو کوئی بھی مشکل نہ ہو سکتی تھی۔ کانپوری معاملہ ایک ایجی ٹیشن تہا۔ جسکی زد اثری مسلم ہے مگر مستقل و پائیدار اصلی کامون کے لئے اگر قوم آمادہ ہو سکے۔ تو اسوقت ہم اپنے جراید کے اثر کو تسلیم کرینگے مثلاً اس

وقت محمدن کالج کی آمد سالانہ مین ۱۶ ہزار کی کمی ہوگئی ہے۔ کہ ہز ہائنیس سر آغا خان نے اپنی دس ہزار سالانہ اور ریاست خیرپور سندہ نے ۲ ہزار سالانہ کی امداد بند کردی ہے۔ مین اس امداد کے بند ہونے کے اسباب پر بحث نہین کرونگا۔ بلکہ صرف اسیقدر عرض کرونگا کہ اگر بعض معزز جراید قوم کو صحیح راستہ کی طرف لے جاسکتے ہین تو اس کے لئے اس سے بہتر اور کون وقت ملیگا۔ کیون نہین پانچ چھ لاکھ روپیہ جمع کرکے ناراض معطیون کو بتلایا جاتا کہ قوم ان کے بدون بھی کچھ کرسکتی تھی۔ یہ اندیشہ بالکل بجا ہے کہ اگر اسیطرح احراری دوستون کا دخل علیگڈہ کالج کے معاملات مین بڑھتا گیا تو کسی اور ریاست کی طرف سے مدد بند ہوجائیگی۔ پس اگر احراری جراید اپنے اثر سے کام لیکر بند شدہ رقوم کا معاوضہ کرادین تو دوسرے معطیون کو اپنے عطیات کے روکنے مین بہت تامل ہوگا اور وہ خیال کرینگے کہ ایک زندہ قوم کو ناراض کرنا قرین عقل نہین۔ کیا مین اپنے احراری دوستون اور آزاد جراید سے یہ توقع کرسکتا ہون۔ کہ وہ اس ضروری میدان مین قدم رکھنے کی ہمت دکھلائین گے۔ اور جس قوم کو بیدار بتلایا جاتا ہے اسکی بیداری سے فائدہ اٹھائین۔ کیونکہ کسی طرح نہ سڑکین فراخ ہوتین اور نہ مسجدین ہمیشہ ان مین آتی ہین کہ قومی کام کرنے کے موقع جلد جلد حاصل ہون۔ مگر علیگڈہ کالج اس وقت بھی محتاج امداد ہے اور اس ضرورت کے پورا ہوجانے پر بھی وہان نئی نئی ضرورتین پیدا ہوتی رہتی ہین۔ کیونکہ کالج بفضلہ تعالی مسلمانون کا تعلیمی مرکز بن گیا ہے۔ اور تعلیمی مصارف روز بروز زاید ہوتے جاتے ہین۔

ہوائی قلعے کیونکر بنائے جاتے ہین

یہ سخن سازی ہے یا ملک کی خیرخواہی

میری رفیق قدیم کرم خوردہ و شکستہ میز جسپر ایک دریدہ و فرسودہ چادر بچھی رہتی ہے۔ ملازم نے آج صحن مین میرے سامنے لگادی۔ اسپر پیسہ اخبار۔ زمیندار۔ ویکلی۔ دلکش۔ اخبار عام۔ پانچ روزنامون۔ اور التبشیر۔ پرکاش۔ اہلحدیث آریہ گزٹ۔ لائل گزٹ۔ راجپوت گزٹ۔ عصر جدید۔ ہندوستان۔ آٹھ جراید کے متفرق پرچے رکھے ہوئے دیکھکر اور برآمدہ والے ٹرنک (صندوق آہنی) کو وطن۔ تیندر اندرو وغیرہ کے گذشتہ فاعلون اور کئی مناظرہ کی کتابون سے معمور پاکر مین خیال کرنے لگا۔ کہ جس شخص کے پاس یہ ذخیرہ موجود ہو۔ وہ ایک سب ڈیٹر نہین نہین اڈیٹر بلکہ چیف

ایڈیٹر سے کسی حالت مین کم نہین ہو سکتا۔ مین نے سوچا کہ اپنی جودت فکر و روانی طبع اور ان اخبارات و کتب کی مدد سے مین ایک ایسا بے نظیر صنعتی زرعی سیاسی و تمدنی و اخلاقی مضمون لکھون گا۔ جسکو احراری و ابراری جرائد یکسان پسند کرینگے۔ اور جس کی دہوم ہندوستان کے اس سرے سے اُس سرے تک مچ جائیگی۔ اور جب وہ نقل در نقل ہوتا ہوا۔ اخیری مرتبہ میری نظر سے گذریگا۔ تو کاتب صاحبان کی عنایت سے اس قدر مسخ ہو چکا ہوگا کہ جسکو مین خود بھی نہ پہچان سکونگا!!! ادہر مین یہ خیالی پلاؤ پکا رہا اور ہوائی قلعے بنا رہا تھا۔ اُدہر عقل سلیم میری بیہودگی پر تاسف اور صراط مستقیم دکھانے کے لئے آمادہ تہی۔ مگر بلا کا ذہن مین ایسا محو تھا کہ کسی سمجھ کی بات پر دہیان دینا ہی نہ چاہتا تہا۔ مین نے عقل و ضمیر کی آواز کا ذرا بھی خیال نہ کیا۔ جریدہ باوقار روزنامہ زمیندار کے پرچونکو اُلٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ چند منٹ بھی نہ گذرنے پائے تھے کہ مجھے ۳۰ اگست ۱۹۱۴ء کے زمیندار کا لیڈنگ آرٹیکل مل گیا۔ جسکا عنوان وہی تہا جو مین نے اپنے مضمون کا رکھا ہے مین نے چاہا کہ زمیندار کے "ہوائی قلعون" سے ملا ن تا کہ اپنے ہوائی قلعون کو اُس سے زیادہ پبلک پسند و مسلم فریب بنا سکون۔ زمیندار کے مضمون نے اپنی ہوائیہ لطافتون اپنی دل آویزیون اور باد بہار جیسی اٹھکھیلیون سے مجھے مسحور کر دیا۔ اور مین الفاظ کی چستی۔ بندش کی خوبی اور تخیلات کے طلسم کو دیکھ کے (گو واقعات سے ان کا کوئی علاقہ نہ تہا) چلا اُٹھا کہ ؎ تو نطق زنی و بر لب تو ۔ روح القدس آفرین نوید

ہوائی قلعے کیونکر بنائے جاتے ہین؟ اس کا ثبوت زمیندار نے ایک پر لطف تمہید سے دیا ہے جسکے آخری چند فقرے یہ ہین: "معلوم ہوتا ہے کہ ایسے جدت پسند ستم ایجاد دماغون کی اب ہندوستان مین بھی کمی نہین رہی اور یہی روشنی کی ستم ظریفی کا اب یہان بھی پرتو پڑنے لگا ہے۔ کہ بعض حضرات نے محض بے بنیاد و بے اصل ممکنات کو واقعات فرض کر کے انہین مفروضات پر سیاسی تخیل کو مقابلیس کا سلسلہ چھیڑ رکھا ہے۔ اور پھر یہ بھی چاہتے ہین۔ کہ پبلک بھی انکی غلط رائے مین ہم آہنگ ہو جائے"! جن ستم ایجاد و جدت پسند دماغون کی ستم ظریفی کا ذکر مندرجہ بالا سطور مین ہوا ہے اور جن کے محض بے بنیاد و بے اصل ممکنات کو واقعات کا رنگ دینے کا گلہ کیا گیا ہے۔ ان کے نام و نشان سے ناظرین زمیندار بے خبر نہین رکھے گئے کیونکہ سطور مذکور کے متصل ہی یہ اطلاع موجود ہے :۔

انہین بزرگون مین ایک صاحب (حافظ صاحب حاجی عبد اللہ حاجی قاسم) نے مقام جنوبی کنارا۔ اُدیپی سے ایک مطبوعہ اعلان شایع کیا ہے کہ: "اسوقت جبکہ دول یورپ مین جنگ چھڑ گئی ہے۔ تمام مسلمانان ہندوستان کو دولت عثمانیہ سے

سے درخواست کرنی چاہیے۔ کہ اس جنگ مین نہ الجھے اور اگر خدانخواستہ یہ صورت ممکن نہ ہو تو انگلستان کا ساتھ دے
کسی دوسری سلطنت کا ساتھ نہ دے۔ اس غرض کیلئے ہندوستان مین جلسے کر کے عثمانی قونصل بمبی کے ذریعہ سے باب
عالی کو اپنی خواہشون سے مطلع کرنا چاہیئے" اسیطرح ۲۵ اگست ۱۹۱۴ء کے جلسہ بنگال مین جو آنریبل مسٹر غزنوی کے
مکان پر چار پانچ ہزار مسلمانونکی جمعیت سے منعقد ہوا تہا۔ اس بات پر بحث ہوئی تھی کہ "اگر خدانخواستہ
دولت عثمانیہ بھی دشمنان انگلستان سے مل جائے تو اسوقت مسلمانان ہند کو کیا روش اختیار کرنی چاہیئے
چونکہ یہ کوئی مذہبی لڑائی نہین۔ اس لئے مسلمانون کو تاج برطانیہ کے پہلو پر رہنا لازم ہے" ۲۶ اگست کے
جلسہ کلکتہ مین سلطان روم کو ایک تار بھیجا گیا کہ "ہم مسلمانان ہندوستان بندگان ملک معظم و غلامان اعلی
حضرت شہنشاہ جارج پنجم ہونے کی حیثیت سے تاج برطانیہ کے ساتھ وفاداری کو اپنا فرض اولین خیال
کرتے ہین۔ انگلستان و ترکی کی باہمی مغائرت پر سخت متاسف ہونگے۔ جو کچھ ایک "خانصاحب" ایک آنریبل اور چار پانچہزار خوشامد پسندون نے
۲۵ اگست ۱۹۱۴ء کو کیا۔ اور جو ناقابل عفو جرم مسلمانان کلکتہ سے ۲۶ اگست ۱۹۱۴ء کو سرزد ہوا۔ اسپر رائے زنی کی ضرورت نہین کیونکہ حالات
مابعد نے بتا دیا ہے کہ انمین "ستم ایجادی" "جدت پسندی" "ستم ظریفی" کا جزو کہانتک شامل تھا۔ اور عاقبت اندیشی
و انجام بینی و معاملہ فہمی کا دخل کس حد تک تہا۔ لیکن ہمین اس جگہ زمیندار و پبلک کے قلبی اتحاد پر غور کرنا ہے کہ کس
طرح تمام ہندوستان مین پہیلی ہوئی مسلم پبلک اپنے خیالات سے فوراً زمیندار کو مطلع کر دیتی ہے۔ ۲۶ اگست کے
کلکتہ والے جلسہ کی اطلاع بیرونجات مین روزانہ اخبارات کے ذریعہ سے ۲۸-۲۹ تک ہوئی ہوگی جسکو پڑہتے ہی
بیدار پبلک نے بلا توقف رائے قایم کر لی۔ اور بے تار پیام برق کے ذریعہ سے اپنے خیالات زمیندار تک پہنچا دیئے
تب ہی تو یہ نامور جریدہ اپنی ۳۰ - اگست کی اشاعت مین پبلک کی ترجمانی الفاظ ذیل مین کرتا ہے:۔
"پبلک ان جلسون کی روئداد پڑھتی ہے۔ ان پر زور تحریرون اور تقریرون پر غور کرتی ہے۔ ان کے نتائج پر عمیق نظر
ڈالتی ہے۔ اور بار بار متحیر ہوتی ہے۔ کہ یہ بات کیا ہے۔ دولت عثمانیہ اس ہولناک جنگ مین بے طرف و غیر جانبدار
وہ انگریزی سلطنت کے احسانات کو اچھی طرح محسوس کرتی ہے جنگ کریمیا مین انگلستان فرانس نے اور جنگ
روم و روس مین انگلستان نے اسکو جو معنوی و مادی مدد دی تہی وہ نمونہ اسکے دل مین تازہ ہے خود سلطان روم
اسکا اعتراف کر چکے ہین اور اسی وجہ سے ترکی سلطنت کو دوم مرتبہ اپنی بے طرفی کا اعلان کرنا پڑا ہے قیصر جرمنی بہتیرا

ترکون کا دوست بنا رہا۔ اور اپنے آپ کو ہمیشہ مسلمانان عالم کا نجات دہندہ ظاہر کرتا تھا لیکن ترک دیکھ چکے تھے کہ مراکش کو اس نے کیسی دغا دی جنگ طرابلس مین اطالیہ کا کیسا معاون بنا رہا جرمن افریقہ کے قیسیس اعظم سے اسلام کی نسبت کیا خیالات ظاہر کیئے۔ پھر ان امور سے واقف و مطلع ہونے پر بھی ترک کیونکر اسکے فریب مین آسکتے تھے اور کیا وجہ تھی کہ وہ دیدہ و دانستہ انگلستان کی دشمنی مول لیتے۔ ان کو اپنے ملک مین انتظامی اصلاح کیلیئے کامل اطمینان و امن کی ضرورت تھی جس کے بغیر نظام اصلاح کی تکمیل ممکن ہی نہین۔ اور اس موقع سے فائدہ اوٹھا رہے ہین اور نہایت سرگرمی کے ساتھ نظم و نسق سلطنت کو بہتر حالت مین لانیکی کوشش کر رہے ہین۔ سقوطری کا علاقہ فوجون سے خالی ہو چکا ہے۔ البانیہ مین پرنس ولیم ویڈ کی حکومت کا خاتمہ قریب ہے۔ سرویا کے ترکی مقبوضات کی فوجین آسٹریا کے مقابلہ مین ہین۔ اور گویا یہ علاقہ ترکون کے لیئے جگہ خالی کر چکا ہے۔ بوسینا و ہرزیگوینا منحوق توی بازارین آسٹریا کے خلاف بغاوت برپا ہے۔ اور وہان کی اسلامی و غیر اسلامی آبادی وہان کے ترکون کو حکمرانی کی دعوت دے رہی ہے با این ہمہ انکی رائے مین مصلحت وقت کا اقتضا یہی ہے کہ بالفعل کسی جانب فوج کشی مین حصہ نہ لین اور جبتک نئی اسکیم مکمل نہ ہو جائے۔ کوئی دوسرا کام نکرین۔ بحالتیکہ انکو انگلستان سے خواہ مخواہ کی آویزش کی کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ بے سبب ایک درد سر کو مول لین۔ اور ناحق یہ خرخشہ خریدین بے شبہ اپنی جنگی طیاری سے وہ بھی غافل نہین ہین۔ فوجین انکی بھی نقل و حرکت مین ہین اور سرحدون پر جمع ہو رہی ہین لیکن نہ اسلیئے کہ کسی سلطنت پر حملہ آور ہون۔ بلکہ محض اس سے کہ اپنا ملک محفوظ رہے۔ اور اس عالم آشوب معرکے مین انکے مقبوضات پر آنچ نہ آنے پائے۔"

۳۰ اگست کا زمیندار ۲۹ کو طبع ہو کر اطراف و جوانب مین اسی تاریخ بھیجدیا گیا ہے۔ اسلیئے اخبار مذکور کو عامۃ المسلمین کی رائے کا علم کیا ہو گا لیکن یہ خیالات جو ایک کی طرف منسوب کیئے گئے۔ اگر واقعی اسی کے ہین۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر مہلک بھی ہوائی قلعے بنانے او خیالی پلاؤ پکانے مین کسی احراری آرگن سے کم نہین تھے جبکہ وہ یہ یقین کر رہے تھے۔ کہ سرویہ کی فوجین چونکہ نو مفتوحہ علاقہ سے باہر ہین۔ اسلیئے ترک بآسانی اس سرزمین مین داخل ہو سکتے ہین۔ شاید اسکا خیال ہو گا کہ جس طرح شوریدہ سر جرمنی بلجیم کی زمین کو پامال کرتا ہوا سرحد فرانس تک پہنچ گیا ہے۔ ترک بھی اسیطرح بلگیرین مقبوضات کو چیرتے ہوتے۔ علاقہ سرویہ مین داخل ہو سکتے ہین۔ یا اسکی یہ رائے ہو گی۔ کہ بلگیرین بے تعلقی کا احترام کرتے ہوئے ترک ہوائی بیڑے کے ذریعہ سے سردین ممالک پر قبضہ کر سکتے ہین۔ اور یہ قیفہ الائرہ

(روس فرانس۔ انگلستان) کے بالمقابل اعلان جنگ کا کام نہین دے سکتا۔ یہی نہین بلکہ اس ہوشیار
وبیدار باخبر پبلک کو یہانتک یقین تہا کہ ترکون کے لئے۔ البانیہ۔ بوسنیا۔ ہرزگوینا پر بہی قبضہ کرنے کا موقع ہی
نو اگست ۱۹۱۴ء مین ہے۔ جب کہ وہ طرابلس وبلقان کی لڑائیون سے نہکے ہوئے اور چور چور ہین بہتر ہوا کہ
یہ حکیمانہ وفلسفیانہ رائے نوجوان ترک معلوم نہ کرسکے ورنہ جہان وہ بدقسمتی سے قاف ومصر پر فوجکشی کی حماقت
کرکے سلاطین متحدہ کو اپنا مخالف بنا چکے ہین۔ وہان دوسری جانب وہ ایک جدید اتحاد بلقان پیدا کرنے کا
سبب ہوتے۔ مگر خیر پبلک کے ان خیالات پر بحث کرنیکی ضرورت نہین۔ بلکہ جریدۂ باوقار روزنامہ زمیندار کی اپنی
رائے جو مسئلہ زیر بحث کی نسبت ہے قابل دید ہے۔ انگریزی سلطنت کے خیرخواہانہ خیالات جو وہ ترکونکی نسبت رکہتی

ہے تفصیل دیکہ یہ نامہ جریدہ لکہتا ہے کہ:۔
"ان خوشگوار تعلقات کو دیکہو۔ اس ربط واتحاد کو دیکہو اور پہران ناصحان مشفق کی دلسوزی پر غور کرو۔ جو چاہتے
ہین کہ ہندوستان بہر مین جلسے کرکے ترکون کو مجبور کیا جائے۔ کہ انگلستان سے نبرد آزمائی نہ کرین۔ کیا اس کا یہی
مطلب نہین ہے۔ کہ مسلمان سمجہین اور یقین کرلین۔ کہ ٹرکی وانگلستان کے تعلقات درہم برہم ہو چلے ہین۔ اور
دونون مین جنگ ہو رہی ہے یا عنقریب ہونے والی ہے؟ بیشبہ عوام پر اس غوغائے بے ہنگام کا یہی اثر پڑا ہے
اور ان کو خوف ہو چلا ہے۔ کہ جنگ نہ ہوتی تو ان رزولیوشنون کی کیا ضرورت تہی یہ ایک ایسی حماقت انگیز تحریک
ہے۔ کہ مسلمانون مین خواہ مخواہ کی بے چینی پیدا ہو اور فتنہ پہیلا ہوا رہو جائے۔ ممکن ہے حکام مین ان بزرگونکا
رسوخ بڑہ جائے۔ ان کی تحریک کو ہمدردی وخیرخواہی پر محمول کیا جائے۔ اور شاید یہ بہی غرض ہو کہ ترکی سلطنت
ان حضرات کو مسلمانان ہندوستان کا قایم مقام تسلیم کرلے۔ مگر سوال یہ ہے کہ دوستی کے پردہ مین دشمنی کے جو
نتائج مضمر ہین وہ کس قدر افسوسناک ہین۔ کیا انگریزی گورنمنٹ کی خیرخواہی کا یہی طریقہ ہے کہ ایک ایسا
شوشہ چہوڑا جائے جس سے اسلامی ہندوستان بے بنیاد تشویش اور رنج مین مبتلا ہو جائے کہ واقع مین ٹرکی و
انگلستان ہم نبرد ہین۔ یا ہونے والے ہین۔ کیا یہ یقین ایک سخت اشتعال کا موجب نہین ہے۔ اور کیا اس سے
ایک شدید بے چینی پیدا نہوگی جس کے آثار ان کرمفرماؤن کی عنایت سے ظاہر بہی ہو چلے ہین۔ اس حالتمین
کہ خود گورنمنٹ کی یہ دلی خواہش ہے کہ اسکی رعایا مین کسی قسم کی بیچینی پیدا نہ ہو۔ ہمین افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ

آنریبل مسٹر غزنوی جیسے بیدار مغز اور روشن خیال حضرات نے "اگر" کے قبل از وقت استعمال سے تشویش کا بیج بو دیا ہے جس کے نتائج پر انہین کافی غور کر لینا چاہیے تہا"

کلکتہ کے جلسہ والی تحریک چونکہ "ناصحان مشفق" اور خوشامد پسندون اور قوم فروشون کی طرف سے نہی۔ جن کا رسوخ بڑہ جانا!!! زمیندار کو پسند نہ تہا۔ اس لئے یہ تحریک حماقت انگیز بتائی گئی۔ بانیان کی نیت پر حملے کئے گئے ان کی کزمفرائی سے ایک شدید بے چینی کا اظہار بہی منسوب کر دیا گیا۔ ورنہ یہ تحریک ایسی نہی کہ ہر شہر و قصبہ مین اسکی پیروی کیجائے۔ اگر مسلمانون کے بعض نادان دوست ایسے نازک وقت مین پبلک فریبی سے باز رہتے اور اپنی سُنہری روپہلی مصلحتون کے بالمقابل عام مسلمانون کے مصالح کو مقدم جانتے تو ممکن تہا کہ ہندوستان کے ہر گوشہ سے بہ کثرت تار دولت عثمانیہ کے پاس جاتے۔ اور اسکو ۷ کروڑ افراد کی متحدہ آواز کا علم ہوتا۔ مگر یہ ترکون کی بدقسمتی تہی۔ کہ انہین ہندوستانی مسلمانونکے صحیح خیالات کا علم نہ ہوسکا اور ان پر جرمن کا یہ جادو چل گیا کہ ترکی کے شریک جنگ ہوتے ہی ہندوستان مین بغاوت ہو جائے گی۔ مگر خیر اب اس بارہ مین کچھ لکھنا بیکار ہے بلکہ ہمین اس جگہ صرف زمیندار کی اصابت رائے کا دیکہنا ہے چنانچہ جلسہ کی حماقت انگیزی ظاہر کر کے زمیندار یون دُرفشانی کرتا ہے کہ :-

"پبلک کو ہم یقین دلاتے ہین۔ اور واقعات ہماری تائید مین ہین کہ ٹرکی و انگلستان مین کوئی بے لطفی و کشیدگی نہین ہے۔ اور نہ کبہی برہمی کا احتمال ہو سکتا ہے دشمنان دوست نما کی تحریکین محض ناقابل التفات ہین اور کسی سلیم العقل و صائب الفہم کو نہ ان مین حصہ لینے کی ضرورت ہے نہ انسے متاثر ہونیکی حاجت ہے اور نہ کسی قسم کی بے چینی کا وہم و گمان قابل پذیرائی ہے۔ یہ بے حقیقت باتین ہین جنکی نمایش فقط اس لئے ہو رہی ہے۔ کہ سرکاری حلقے ایسے بہی خواہان سرکار کو اپنا سچا دوست سمجہین خواہ اس وجہ سے امن عام پر کچھ ہی اثر پڑے اور ملک مین کیسی ہی تشویش پیدا ہو۔ ہم ان بزرگون سے بہی التجا کرتے ہین۔ کہ آیندہ کے لئے ایسی بے اصل تحریکون سے باز آئین۔ اور مقتائے محیط مین قلعے نہ بنائین۔ وَاللّٰهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ"

زمیندار نے مفروضہ و مزعومہ واقعات کی بنا پر جو یقین پبلک کو دلایا ہے اور دشمنان دوست نما کی

ناقابل التفات تحریکون اور بے حقیقت باتون کا تبصرہ جس شدومد سے کیا ہے اسپر بہت کچھ لکھا جاسکتا تھا۔ لیکن پبلک مین اگر کچھ بھی بیداری ہے تو اس کے لئے کسی تحریک کی ضرورت نہین۔ وہ سطور بالا کے لفظ لفظ سے ایک ذخیرہ معلومات فراہم کرسکتی اور زمیندار کی اصابت راے کی داد دے سکتی ہے۔ جریدہ موصوف نے جن بزرگون کو مخاطب کرکے ایسی بے اصل تحریکون سے باز رہنے اور فضاے محیط مین قلعہ نہ بنانے کا مشورہ دیا ہے۔ معلوم نہین کہ ان پر اس عاقلانہ مشورہ کا کیا اثر ہوا۔ مگر ہم زمیندار کے ہوائی قلعون کا انجام دیکھکر کانپ اٹھے۔ اور جس وہوا ندہار مضمون کی توقع پر ہوائی قلعہ بنانا چاہتے تھے۔ اس کا خیال دماغ سے نکالدیا۔ کچھ دیر تک اپنے اس اخلاقی ایثار کی داد دیکر ہمنے ملازم سے کہا

بکن میزاے رحمت اللہ دور ❊ منہ پیش من پاے بند غرور

غریب رحمت اللہ نے اس تحفہ روزگار دقیانوسی میز کو اٹھاکر مکان کے اسی تاریک گوشہ مین رکھدیا جہان یہ ہمیشہ کس مپرسی کی حالت مین پڑی رہتی ہے۔ اور اس طرح ہماری ایڈیٹری و چیف ایڈیٹری کی امیدون کا خاتمہ ہوگیا۔ ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

غالباً ۲۱ راگست ۱۹۱۲ء کو یعنے کلکتہ والے جلسہ سے تین یوم پیشتر مسٹر محمد علی صاحب ایڈیٹر کامریڈ و ہمدرد نے بھی گورنمنٹ ترکی سے بذریعہ تار التجا کی تھی۔ کہ وہ جنگ کی آگ مین نہ کودے۔ اور اگر لڑائی ناگزیر ہو تو گورنمنٹ برطانیہ کا ساتھ دے۔ شاید زمیندار اس ہوائی قلعے سے بے خبر رہا۔ ورنہ ضرور ہمدرد کو بھی کوئی نہ کوئی مفید مشورہ دیتا یا شاید اس نے خیال کیا۔ کہ کوئی اخباری جریدہ جس کام کو کرتا ہے۔ اس مین جدت پسندی وستم ظریفی۔ حماقت انگیزی۔ کرم فرمائی کا دخل نہین ہوتا۔ اور وہ دشمنان دوست نما کی طرح "ناقابل التفات و بے حقیقت و بے اصل" تحریک پیش نہین کرسکتا بہر حال یہ ایک معما ہے۔ جسکو زمیندار یا اس کی ممدوح بیدار پبلک کے سوا نجھ جیسا کج راے و نافہم حل نہین کرسکتا۔ عامۃ المسلمین۔ اگر چشم بینا و گوش شنوا فطرت سلیم وذہن مستقیم رکھتے ہین تو اس معمہ کو وہ خود حل کرین۔ یا زمیندار سے حل کرائین تا ہم لوگ بھی سمجھ سکین کہ انہین کلکتہ اور مسٹر محمد علی صاحب کی کاروائی مین مابۃ الامتیاز نما بہ الافتراق کیا ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

شکایت بیجا

ع اُلٹے وہ شکوے کرتے ہین اور کس ادا کے ساتھ

ایک معزز دوست نے اخبار مدینہ کے دو نمبر ماہ جون مین بھیج دیئے تھے۔ کہ جریدہ مذکو نے روزانہ پیسہ اخبار سے دست وگریبان ہوتے ہوئے جہان "ناظر" کی جولانی"، کا شکوہ کیا ہے۔ ہم اسکو دیکھکر "مدینہ" کی طباعی کا قلمی اعتراف کرین۔ ہم نے اپنے محترم دوست کا شکریہ ادا کرتے ہوئے انہین لکھا کہ گو مدینہ نے اپنے خیال و مذاق کے مطابق ہم کو "منافق" بتلایا ہے۔ مگر ہم واقف نہین کہ وہ کس قسم کے احرار مین داخل ہے۔ اسلئے اسکی تحریر کا کوئی جواب نہ دین گے اگر منجانب گورنمنٹ "مدینہ" کو کچھ [illegible] پر کوئی تنبیہ ہو چکی ہے۔ اگر اس سے کبھی ضمانت طلب ہوئی ہے۔ اگر وہ پریس کی ضبطی کا سارٹیفکٹ حاصل کئے ہوئے ہے۔ اگر وہ اپنی ذات یا اپنے گروہ کے سوا تمام سرکردہ ہائے قوم کو ملت فروش۔ جاہ پسند۔ غلاظت خور۔ جرمن جاسوس جانتا ہے۔ اگر وہ خان صاحبون، خان بہادرون، نوابون، کو دشمن اسلام سمجھتا ہے۔ یعنے گورنمنٹ پر یہ گمان بد رکھتا ہے کہ گورنمنٹ ایسے لوگون کو خطاب عطا کرتی ہے۔ جو اپنی قوم کے غدار ہون۔ تو وہ اس قسم کے احرار مین جن سے ہمین اختلاف رہتا ہے داخل ہے۔ ورنہ وہ ہمین حقیقی احرار کا دشمن سمجھنے مین ایک اجتہادی غلطی کر رہا ہے جس کی اصلاح کسی نہ کسی وقت ہو جائے گی۔

ہم نے یہ بھی لکھا تھا کہ جس طرح حاذق حکیم نیم حکیم۔ اشتہاری حکیم۔ یا حقیقی صوفی۔ اخباری صوفی۔ مصنوعی صوفی یا علمائے ربانی اور علمائے دین فروش ایک نہین ہو سکتے۔ اسیطرح اصلی احرار فصلی احرار فرمایشی احرار۔ نمایشی احرار مین بین فرق ہے۔

ام نجعل الذین آمنوا وعملوا الصلحت کالمفسدین فی الارض ام نجعل المتقین کالفجار۔ افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستون۔

آنریبل راجہ سر علی محمد خان۔ آنریبل خواجہ غلام الثقلین مرحوم۔ آنریبل سید رضا علی نواب وقار الملک۔

میجر سید حسن مرحوم وغیرہم حضرات سے جو حقیقی احرار ہین بعض امور سے اختلاف رکھتے ہوئے بھی ہم دلی ارادت رکھتے ہین اور کوئی شخص ہماری کسی تحریر مین ان بزرگون کے خلاف ایک لفظ نہین دکھلا سکتا۔ ہم بنفسہ حریت و آزادی کے دشمن ہوتے تو ناممکن تہا کہ ان صاحبون کی نسبت کچھ نہ لکھا جاتا۔ خط مذکور کو جو بجائے خود ایک طویل مضمون تہا ہمنے ان اشعار پر ختم کیا تھا ؎

بے وجہ جو ہے مورد الزام یہی ہے ۔۔۔ اے ہمنفسو! ناظر ناکام یہی ہے

آزاد جراید سے کہتے ہین منافق ۔۔۔ ہمدردی اسلام کا انعام یہی ہے

اور چند یوم بعد غزل مکمل کر کے پیسہ اخبار مین بھیجدی تھی۔ معلوم نہین کہ "مدینہ" پر جو غایت عنایت سے ہم کو منافق ٹھیرا چکا ہے اس کا کیا اثر ہوا۔ اور اُسنے ہمارے لئے کوئی جدید القاب تجویز کیا یا نہین؟ مگر غزل مذکور سے جریدہ با وقار۔ روزنامہ زمیندار ایک قسم کی غلط فہمی مین مبتلا ہو گیا ہے یعنے وہ شعر ذیل کا مخاطب صحیح خود کو سمجھ رہا ہے ؎

کیا خوب اسی بات پر احباب خفا ہین ۔۔۔ چندون کو اُڑاتا ہون یہی الزام یہی ہے

جبکہ جا بجا چندے جمع کرنے والون کے خلاف بدظنی پھیلی ہوئی تھی۔ اور المشیر۔ ہمدرد۔ آنریبل مسٹر مظہر الحق وغیرہم سے قوم چندون کا حساب طلب کر رہی تہی۔ تو زمیندار نے یہ شعر اپنے لئے کیون سمجھا شاید اسکی یہ وجہ ہو کہ اسی کے ساتھ ایک اور خیال ظاہر کیا گیا تھا۔ ؎

حملے کبھی آغا پہ کبھی میر علی پر ۔۔۔ مین مرد دلاور ہون مرا کام یہی ہے

زمیندار نے خیال کیا ہوگا کہ سر آغا خان اور رایٹ آنریبل سید امیر علی بالقابہ پر مسلم گزٹ مرحوم البشیر۔ ہمدرد وغیرہم بہی گو معترض رہے ہین۔ مگر جو طرز خاص مین اختیار کر چکا ہون وہ دوسرونکو نصیب نہین ہوا۔ اسلئے یہ شعر جب صرف میرے لئے ہو سکتا ہے تو کوئی وجہ نہین کہ چندے والا شعر کسی اور کے لئے ہو۔ ایسا خیال کرتے ہوئے ہمارے محترم کرم فرمائے نے محض سوءظن سے کام لیا ہے اور ہم اُسے یقین دلاتے ہین کہ شعر مذکور مین چندے والون کی عام بے پروائی دکھلانیکے سوا کسی خاص شخص یا خاص اخبار کی طرف ہمارا روئے سخن نہین۔ وطن نے جو سلسلہ مضامین

زمیندار کے خلاف لکھا تھا گو اُس کا تمام فایل ہمارے پاس ہے۔ مگر ہم اُس سے کبھی متاثر نہین ہوئے اور کسی وقت مین بھی زمیندار کو چندہ اڑانیکا ملزم نہین سمجھا وکفیٰ باللہ شہیدا ہم سمجھتے ہین کہ اب وطن کو خود اپنی تحریرات پر اعتماد نہین۔ ورنہ وہ ایک ایسے اخبار سے جن کو بزعم خود خاین بلکہ قومی خاین قرار دیا تھا رشتہ الفت نہ جوڑتا اور سلسلہ اخوت قایم نہ کرتا۔ خیر! یہ قومی جراید کے رموز ونکات ہین جنکو ایک گوشہ نشین نامہ نگار نہین سمجھ سکتا۔ اور اس قصور فہم کے باعث اگر وہ اُن کا ہم آہنگ وہمنوا نہ ہو تو معذور رکھا جاسکتا ہے۔

ہمکو اور مولانا سید محمد صاحب مرحوم کو ایک سمجھتے ہین یا تو زمیندار غلطی کر رہا ہے۔ یا اس مین کوئی عمیق سیاسی چال مضمر ہے ورنہ وہ واقف ہے۔ یا اُسکو واقف ہونا چاہیئے تھا کہ مولانا مرحوم آریہ سماج کو اسلام کا سخت ترین معاند اور قوی ترین دشمن تصور کرکے صرف سماجی لٹریچر سے قوم کو آگاہ رکھنا ہی اسلامی وقومی خدمت خیال کرتے تھے۔ برخلاف اسکے ہم سماج کو ایک معمولی حریف سے زیادہ وقعت دینے کو تیار نہین۔ ایسے بہت سے حریفون کو اسلام سے واسطہ پڑچکا ہے۔ اور اس قسم کے مختلف امتحانات سے وہ گذر چکا ہے۔ سیاہ بادل اُٹھے تاریک آندھیان چلین طوفان آئے فتنے پیدا ہوئے۔ مگر آفتاب اسلام پہلے سے زیادہ آب وتاب سے چمکا۔ اور نعرہ اشہد ان لا الہ الا اللہ ہر بر اعظم سے بلند ہوکر رہا۔ یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون ۝

چاہا تو بہت باد ضلالت نے بجھا دین ۞ اعدا نے مگر نور الٰہی نہ ہوا گل

ہم سچ کہتے ہین کہ ہمین سماج سے اتنا خوف نہین جس قدر اپنے چند عزیزون سے ہے جن کی وجہ سے قوم کا مذاق بگڑا۔ جن کے باعث اردو مین عامیانہ لٹریچر بڑھا۔ جن کے سبب سے مسلمان گورنمنٹ کی نظر مین خوار اور ہمسایہ اقوام کی نگاہ مین بے اعتبار ہوئے جن کی کم اندیشی سے بہت سی مفید قومی تحریکین عضو فالج زدہ کی طرح معطل ہوکر رہ گئین۔ انہی وجوہ سے ہم سماج کا ذکر کم کرتے ہین اور اپنے اُن مہربانون کی عنایت کا رونا اکثر روتے رہتے ہین قریباً یہی باعث مولوی محمد بشیر الدین صاحب مدیر البشیر کا ہے ورا سی لئے انھون نے مولانا سید محمد صاحب مرحوم سے خواہش کی تھی کہ وہ سماج سے قلم کرکے اپنے گروہ

عزیزون کی طرف توجہ کرین۔ مگر مولانا نے اسکو قبول نہ کیا۔ اور مطبع سے قطع تعلق کرکے بنارس چلے گئے اور بعد چند ماہ بنارس ہی نہین چھوڑا بلکہ اپنے تمام مداحون سے دائمی مفارقت اختیار کی برد اللہ مضجعہٗ ونور اللہ مرقدہٗ۔ ہم خیال کرتے ہین کہ زمیندار اس حال سے واقف ہے لیکن وہ براہ ستم ظریفی چاہتا ہے کہ مولانائے مرحوم اور غریب ناظر کو ایک بتلاکر سماجی اخبارات کے ایک زبردست حصہ کو جو بزعمِ خویش مولانا کا زخم خوردہ ہے ہمارا مخالف بنادے ؎

مزہ بربادیون کی مشورت کو ؞ فلک جھک جھک کے ملتا ہے زمین سے

اگر یہی منشار ہے تو ہم اپنے عنایت فرما کو اسکی کامیاب سیاسی چال پر مبارکباد دیکر صرف یہ دریافت کرینگے کہ اسکے خیال مین جب سید محمد یہی ہمارا ہی فرضی نام تھا تو اُسکو "ناظر" کے ساتھ بدلنے کی کیا وجہ ہوسکتی تھی۔ ناظر کا کوئی دوسرا تخلص تو ہونا ممکن۔ جیسا بیان و یزدانی۔ یا شیفتہ و حسرتی۔ یا شاکی و باکی۔ و فرقانی یا ظہور و عرفانی چند تخلص ایک ہی شخص کے ہین۔ مگر ناظر۔ اور سید محمد صاحب مرحوم کا ایک ہونا ہرگز ممکن نہین۔ زمیندار کی جدت دیکھکر کیا عجب ہے جو مولانا کی روح یہ کہہ رہی ہو ؎

تازگی ہے سخن کہنہ مین یہ بعد وفات ؞ لوگ اب تک مرے جینے کا گمان رکھتے ہین

زمیندار کا خیال ہے کہ ناظر تخلص محض حاجیانہ مضامین کے لئے ہوگا۔ یہ خیال غالباً اسلئے پیدا ہوا ہے کہ کشاف۔ نقّاد۔ نباض اور نقاش وغیرہ کی آڑ مین بہت سے واجب الاحترام بزرگ خامہ فرسائی کرچکے ہین جنکے منجملہ ایک دو صاحبان کے حاجیانہ مضامین سے زمیندار یقیناً واقف ہے۔ زمیندار کا یہ خیال کوئی اصلیت رکھہ سکتا ہے لیکن یہ محض حسن ظن ہے کہ ہم اسکے کرم فرما ہی نہین۔ بلکہ کرمفرمائے قدیم ہین ہم نہ حکام تک اسکی شکایت پہنچانے کے قابل۔ نہ مستند وفادارون اور آنریبلون مین ہمارا شمار۔ نہ قوم مین کچھ اثر رکھتے ہین نہ پبلک پسند باتین ایجاد کرسکتے ہین نہ تجارتی رقابت ہے نہ ہمسرانہ تقابل یعنی کرم فرمائی کی ایک بھی وجہ نہین۔ ہان پُرجوش احرار کی پالیسی کو ملک و قوم کے مضر جانتے ہین لہذا اسکے خلاف آواز بلند کرتے رہتے ہین۔ اسکے باعث اگر کوئی مہربان ناخوش ہو تو اس ناخوشی کا علاج کیا ہے غریب ناظر کی بدقسمتی اِس سے زاید کیا ہوسکتی ہے کہ زمیندار نے "طعن بر مدیر قوم فروش کو "طعن حق بر مدیر قوم فروش"

پڑھا یعنے "ایڈیٹر زمیندار پر جو قوم فروش ہے خدا کی لعنت ہو" خوب!!! حالانکہ اصل مصرع مین کسی اخبار کا نام نہین۔ "ضمیر فروش"۔ "ملت فروش"۔ "قوم فروش"۔ "دین فروش"۔ یہ احراری آرگنون کی عنایت سے اس قدر عام ہو گئے ہین۔ اب سوائے الفاظ کے۔ ان کے کوئی معنے نہین رہے ؎

کوئی یہ ناظر ملت فروش سے کہدے ۔ سبہ گلیم! برائی سے کر نہ یاد مجھے

زمیندار بھی قوم فروش جرائد اور ملت فروش اشخاص پر معترض رہا ہے اس کے نزدیک بھی لاہور کے اخبار نویس "پایہ تہذیب و اخلاق سے اس درجہ گرے ہوئے ہین کہ بازاری آدمیون کی طرح آپس مین گالی گلوچ کرتے ہین اور پھر حکام کے سامنے فریادی ہوتے ہین" (دیکھو زمیندار مطبوعہ یکم جون سنہ ۱۹۱۵ء) اسکی رائے مین بھی "لاہور کے اخبار نویسون مین ذلت پسند عنصر کا غلبہ ہے" (دیکھو زمیندار ۲ جون سنہ ۱۹۱۵ء) پس ایسے معزز طبقہ کے ایک فرد پر کوئی گوشہ نشین نامہ نگار معترض ہے تو زمیندار اس اعتراض کو اپنے لئے کیون مخصوص قرار دیتا ہے جبکہ ناحق کوش گروہ کی غلط اور بخس باتین زمیندار کو ناپسند ہین وہ شوق سے اُن پر اعتراض کرے لیکن اگر ہم کسی عزیز کی پالیسی کو ملک و قوم اور گورنمنٹ کے لئے مہلک اور مضر جان کر ان پر مجملاً کچھ لکھین تو یہ تحریرین ہاجیانہ مضامین کے تحت مین داخل نہ ہونا چاہئین ہم تسلیم کرتے ہین کہ ناظر کے خیالات تہذیب و اخلاق ہم سطح نہین تو بھی یہ ماننا پڑے گا کہ وہ اس قسم کے لٹریچر (مندرجہ زمیندار) سے زیادہ بلند۔ زیادہ شائستہ۔ زیادہ متین ہین ؎

ہے رام! کیسے ناچ زمیندار نے نچائے ❊ دھوتی مین گھس گیا ہے تتیا علم قسم
طبلے پہ گا رہے ہین دیانند جی کے گن ❊ تاتا متا تھتا تت تتیا علم قسم
.... ❊ لہنگے مین لے چھپا! مجھے میّا علم قسم

بہر صورت اگر ہماری نظمین بعض دوستون کو ناپسند ہین تو ہم اُنہین فی الحال ملتوی کرتے ہین۔ باقی رہا یہ امر کہ ہمین زمیندار و ہمدرد وغیرہ کی پالیسی سے کیون اختلاف ہے۔ اس کا اظہار پہلے ہو چکا ہے اور آیندہ بھی بشرط ضرورت ہوتا رہیگا۔ غیر جانبدار اصحاب اسکو دیکھین اور فیصلہ کرین کہ یہ مقتدر جرائد غلط راستہ پر جا رہے ہین یا ہم صراط مستقیم سے ہٹ گئے ہین چونکہ اسوقت ہاجیانہ مضامین کا ذکر ہو رہا ہے

تو ہم ملفوظات حاجی بغلول کی طرف ناظرین کو توجہ دلاینگے جس کو ہمدرد کتابی صورت مین شایع کر چکا ہے اور زمیندار جس کی تہذیب و متانت کی توثیق و تصدیق کرتا ہے ؎ وزیرے چنین شہریارے چنان ؛ جہان چون نگیرد قرارے چنان "ملفوظات حاجی بغلول" کی آڑ مین جب ایک سر برآوردہ جریدہ اپنے دل کا بخار نکالے اور بزرگان قوم کی پگڑیان اچھال کر خوش ہو ۔ اور دوسرا معتقد روزنامہ اس ناشایستہ فعل کو پسند کرے تو یہ مسلمانون کی بدقسمتی نہین تو اور کیا ہے ۔ ؎ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

زمیندار کے روزانہ ہونے اور ہمدرد کی اشاعت سے ہمارا خیال تہا کہ دونون اخبار چونکہ کالج کے فرزندان رشید کی ایڈیٹری مین نکلتے ہین اسلئے کالج کو خصوصاً اور دیگر قومی تحریکون کو عموماً مدد ملیگی اور اردو لٹریچر پہلے سے زیادہ صاف و پاک اور وسیع ہوگا مگر قوم کی یہ توقع کہانتک پوری ہوئی ۔ اسکا فیصلہ مین سمجہدار ناظرین پر چھوڑتا ہون ۔

زمیندار چونکہ ہم کو "کرمفرمائے قدیم" سمجہ رہا ہے ۔ وہ شاید باور نہ کرے گا مگر خدا آگاہ ہے کہ ہم نے اسکی اصلاح کے لئے بارہا دعا مانگی ہے ۔ بالخصوص جب سے وہ ہماری ایک اسلامی بہن (بیگم صاحبہ مولوی ظفر علی خان) کی ملکیت مین آگیا ہے ہمارا دل اُسکی بیراہ روی پر پہلے سے زیادہ کڑھتا ہے ۔ یہ سچ ہے کہ وہ نہایت عالم و فاضل اصحاب کے ہاتھون مین ہے ۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ یقینی ہے کہ وہ قوم کے لئے کوئی صحیح پالیسی قایم نہین کرسکتا پبلک کو اُسنے اپنے ساتھ چلانے کی بہت کم کوشش کی ہے ۔ بلکہ وہ اکثر پبلک کے پیچھے چلتا رہا ہے جسکی متعدد مثالین اُسکے فایل سے پیش کی جاسکتی ہین اُسنے عالمانہ مذاق کی جگہ عامیانہ و سوقیانہ مذاق پھیلایا اور مندرجہ ذیل جیسے اشعار کو اردو کی ترقی کا معیار سمجھا ؎

دانتون سے زیادہ نہین بالون کی سیاہی ؛ سیدھا نہین قد طرہ پر خم سے زیادہ
بکری سے زیادہ نہین جیوٹ کوئی جاندار ؛ بزدل کوئی حیوان نہین ضیغم سے زیادہ

شہ مضمون ضرورت سے زیادہ طویل ہوگیا ہے ۔ ورنہ ہم اور نمونے بھی پیش کرتے ہم اس معزز جریدہ سے یہ آخر التماس کرکے رخصت ہوتے ہین ۔ کہ وہ بدقسمت ناظر کی نسبت خواہ کچھ ہی خیال کرے ۔ مگر مولانا سید محمد صاحب مرحوم کو بلا وجہ درمیان نہ لائے جو شخص اب ہم مین نہین اور اپنے فہم کے مطابق مدت تک خدمت اسلام بجالاتا رہا ہے ضرورت ہے کہ ہم اسکو فاتحہ خیر سے یاد کرین

کوئی بتلادے کہ ہم بتلائین کیا؟

ہو چکا جو اُس سے اب باز آئین کیا؟
موہنہ وفادارون کو ہم دکھلائین کیا؟

حریت کیا چیز ہے۔ کیا مال ہے
حامیٔ کج فہم کو سمجھائین کیا؟

آج کل ہے جو صراطِ مستقیم
مفتیٔ گمراہ کو دکھلائین کیا؟

اک ٹرسٹی ہے نہایت مستبد
شوقِ آزادی اُسے دلوائین کیا؟

جب علیگڈھ پارٹی ہو خود پسند
اپنا پرچہ ہم وہان بھجوائین کیا؟

خان صاحب جبکہ ہون ملت فروش
حریت کے گُر انھین بتلائین کیا؟

چٹ پٹی باتین بہت کمیاب ہین
دل خریدارون کا اب گرمائین کیا؟

ضبط مطبع کا اگر دھڑکا نہ ہو
پھر یہ سب دیکھین کہ ہم دکھلائین کیا؟

جرمنی جاسوس ہین لاہور مین ؛
کہہ کے یہ اک دوست کو دہمکائین کیا؟

روزنامے جا بجا جاری ہوئے
کم خریداری ہوئی اب کھائین کیا؟

جب ہون سب اہلِ خرد ابلہ فریب
اپنی چالاکی پہ ہم شرمائین کیا؟

پاس اپنے علم کی عینک نہین
خط ترا اغیار سے پڑھوائین کیا؟

کیا کرم فرما نہ ہون گے وفد مین
لکھ کر اک تقریر وان لیجائین کیا؟

ساقیٔ گلفام! ادھر بھی اک نظر
بے پیئے ہم بزم سے اُٹھ جائین کیا؟

پیٹ کے دھندون سے یان فرصت نہین
اُمّتِ مرحوم کا غم کھائین کیا؟

کہتے ہین احرار۔ ناظر کون ہے؟
کوئی بتلادے کہ ہم بتلائین کیا؟

دیکھا اثر یہ ناظر بسمل کی آہ کا!

شُہرہ ہے اتنا آپ کے حال تباہ کا
آئے گا کام اب نہ چرانا نگاہ کا

تہذیب کو جواب ہے۔ اخلاق کو جواب
کیا رال ہو گیا کسی گم کردہ راہ کا

اپنی زبان سے حاجئ بغلول بن گیا
کچھ خوف زجر کا نہ خطر انتباہ کا

اخبار "مرزبوم" کی پھبتی ہے ایک پر
اور دوسرے پہ طنز نہ ہے "پول سیاہ" کا

قربانی بقر کا مخالف ہے ایک عزیز
پھر مدعی ہے حُبّ رسالت پناہ کا

"مدنظر یہی ہے کہ ہو نام حُریت
مٹتا ہے گر نشان تو مٹے لا الہ کا

اے ہمنشین! لیاقت احرار دیکھنا
مسجد سے کام لیتے ہین جو قتل گاہ کا

ہمدرد الہلال و زمیندار کے سوا
رہبر نہین ہے کوئی محبت کی راہ کا

وہ مرد نیک ہون۔ عمل خیر بن گیا
بہولے سے مجھ سے کام ہو اگر گناہ کا

ملت فروش مرتے ہین دنیائے زشت پر
مجھ کو مگر خیال نہین عز و جاہ کا

فرزند عاق ہند نہ جب اس سے چھپ سکے
قایل ہر اک ہوا مری غایر نگاہ کا

سمجھے ہین وہ گستہ مہاری کو حرّیت
چسکا یہ پڑ گیا ہے انہین واہ واہ کا

بدخواہ دین امیر علی کو بتاؤن گا
ہان! انتظار ہے کسے جھوٹے گواہ کا

آغا کی صاحبی کے پرخچے اُڑا دیئے
دیکھو چلین مرے قلم بے پناہ کا

مطلب فقط یہی ہے کہ ہو نام ملک مین
مطلق نہین خیال ثواب و گناہ کا

گم کردہ راہ بننے لگے رہنمائے قوم
کیا انقلاب ہے فلک روسیاہ کا

قاتل بھی دل کو تہام کے ہاتھون سے رہ گیا
دیکھا اثر یہ ناظر بسمل کی آہ کا

ناظر نے اس زمین کو مسجد بنا دیا

چندون کا راز سارے جہان کو بتا دیا — اس شوخ بے حجاب نے پردہ اٹھا دیا
جاسوس کہہ کے مفت مین ملزم بنا دیا — دل گرمیون نے اس کی کلیجہ پکا دیا
کہتا ہے تم کو خان بہادر بنا دیا — کیا ناصح شفیق نے مژدہ سنا دیا
اک حریت پسند بہت تلخ کام ہے — میری جوشور شون نے جہان کو مزا دیا
احرار کے نہ دل مین مگر کچھ اثر ہوا — غیرون کو میرے حال زبون نے رلا دیا

(مومن مرحوم)

ہر سمت میرے زہد ریائی کی دہوم ہے — انکار میکشی نے مجھے کیا مزا دیا
اخبار بیچ ڈال بھی ہے حریت بھی ہے — سب کچھ ہمارے پاس ہے اللہ کا دیا
جو مدعی دین مین کچھ ان کا نہ حال پوچھ — اکثر اک اینٹ کے لئے مسجد کو ڈھا دیا
احمق بنی جو قوم تو ٹھیرا ہون مین عقیل — خانہ خرابیون نے مرا گھر بنا دیا
سمجھین گے خوب خان بہادر کو ہمدمو — گر ایک بار اور خدا نے ملا دیا
افواہ کو جو مین نے کہا سربسر غلط — میری زبان نے مجھے جھوٹا بنا دیا

(داغ مغفور)

ہر سمت شور الحذر والحفیظ ہے — مین نے وہ حریت کا نمونہ دکھا دیا
دستار مولوی سر محفل اتار لی — عزم دغا امیر علی کو جتا دیا
حاجی کے ہوش کیون نہ اڑین میرے نام سے — مفتی کو مین نے دشمن ملت بنا دیا
رسوائے دہر کر دیا آغا کے نام کو — سارے جہان کو غیظ و غضب سے ڈرا دیا

اس کا نہین ہے ایک ٹرسٹی پہ انحصار | جو سامنے پڑا اُسے احمق بنادیا
ہے فنڈ کا نپور ضمانت کیواسطے ؟ | ہمدرد نے عجیب تماشا دکھا دیا
اس رائے پرخطر کو زمیندار نے بھی آہ! | لو قابل "سپاس وستایش" بنا دیا

سچ ہے کہ پھول کھلتے ہین ابر بہار سے | رونے کو میرے دیکھکے وہ مسکرادیا
دست جنون نے کردیا دامن کو تار تار | سوز درون نے قلب وجگر کو جلا دیا
دیوانہ باش تا غم تو دیگران خورند | اس رائے نیک نے مجھے عاقل بنادیا
آنرا کہ عقل بیش غم روزگار بیش | ہنس ہنس کے مین نے چارہ گرونکو سنا دیا

اللہ رے رُعب حق سرِ احرار جھک گئے
ناظو نے اس زمین کو مسجد بنا دیا

وقف راہِ ہدا نہین ہوتا

مولوی سے خفا نہین ہوتا | دل کسی کام کا نہین ہوتا
اک ٹرسٹی سے ہم بھی ملتے ہین | جب کوئی دوسرا نہین ہوتا
نہین سنتا ہے مفتی مفسد | اثر اس کو ذرا نہین ہوتا
مانتا کب ہے حاجئے مکار | رنج راحت فزا نہین ہوتا
پھونک سکتا ہون خانہ دشمن | مین کسی سے خفا نہین ہوتا
آنریبل ہون خوار پبلک مین | تجھ سے یہ اے دعا نہین ہوتا
خان صاحب نہ کسطرح اکڑین | شوق زور آزما نہین ہوتا

وہ چمکتی ہے شیخ کی دستار
ہاتھ دل سے جدا نہین ہوتا

جبکہ ہون قوم مین غلاظت خوار
زیست کا کچھ مزا نہین ہوتا

دوستو! مرگ کا علاج گر
زندگی کے سوا نہین ہوتا

قوم آتی نہین ہے قابو مین
نالۂ دل رسا نہین ہوتا

کیون نہ دشمن ہو چارہ گر میرا
دوست درد آشنا نہین ہوتا

درد دل سے جناب واقف ہین
تو بھی فکر دوا نہین ہوتا

روشنی الہلال کی دیکھو ؞
مہر جلوہ فزا نہین ہوتا

کیا بھی خواہ قوم ہے ہمدرد
کون مدحت سرا نہین ہوتا

پر زمیندار کا جواب کہان؟
یون تو ہونے کو کیا نہین ہوتا

ہان ظالم! مرے تقدس کو
ایک روزہ قضا نہین ہوتا

اس طرح مین نماز پڑھتا ہون
ہوش اغیار کا نہین ہوتا

رنج یہ ہے کہ جرمنی جاسوس
کیون اسیر بلا نہین ہوتا

لاکھ کوئی بنے مثیل مسیح
اس سے بندہ خفا نہین ہوتا

ہان کسی کو کہو مثیل کلیم
یہ گوارا ذرا نہین ہوتا

مجھ سا ایماندار و صدق شعار
دہر مین دوسرا نہین ہوتا

مین وہ ہمدرد قوم ہون مجھ سا
کوئی وقف دغا نہین ہوتا

بھول کر دوستو مرے لب پر
سخن ناسزا نہین ہوتا

کوئی ناظر کی گجردی دیکھے
وقف راہ ہدا نہین ہوتا

کیجئے بس خدا خدا صاحب

خان و مرزا بھی ہین خفا صاحب
کہین سایہ مرا پڑا صاحب

ہین بُرا اور تمام آنریبل
غیر اور تم بھلے بھلا صاحب

کب لیا مشرق و وکیل کا نام
خیر ہے مین نے کیا کہا صاحب

کب ہون "پول سیاہ" کا مدّاح
کچھ گنہ بھی غلام کا صاحب

اُلفت "مرز و بوم" کے طعنے
جو کیا سو بھلا کیا صاحب

مین ہون بدخواہ حریت ؟ بہتر!!
بندگی اب کہ مین چلا صاحب

کون لذّت فروش حاضر تھا
رات تم کس سے تھے خفا صاحب

کسکو جاسوس جرمنی تھا خطاب
کس کا شب ذکر خیر تہا صاحب

آہ آنکھون سے الہلال گرا
سر پہ ماہ فلک چڑھا صاحب

پھر ہے ہمدرد مورد آفت
ہے یہ تقدیر کا لکھا صاحب

اور دشمن اکڑتے پھرتے ہین
خیر جو مرضی خدا صاحب

لو وہ آتا ہے حاجئی مکّار
اب سنبھل بیٹھے ذرا صاحب

خوب!! مفتی بھی ساتھ ہے اسکے
کام بندہ کا اب ہے کیا صاحب

کون ایسون سے رسم و راہ رکھے
جو نہ ہون محرم وفا صاحب

جو سراسر عدوے ملت ہون
جو کرین سربسر دغا صاحب

مین ہون ہمدرد "حاجئی لغلول"
آپ مجھسے نہ ہون خفا صاحب

یہ تو فرمائیے مرے ہوتے
کون عاشق ہے قوم کا صاحب

کون خادم ہے دین بیضا کا
کون ہے مخزن وفا صاحب

آپ اب حریت سے ہیں بیزار
اس سے بہتر ہے اور کیا صاحب

آہ ناظلو بھی ہے عدوئے وطن
کیجئے بس خدا خدا صاحب

(نوٹ) شروع کے آٹھ اشعار کا مصرع ثانی اور غزل کا مصرع آخر مومن مرحوم کے یہاں سے لیا گیا ہے۔ ناظر

زنہار از قرین بد زنہار

ان کو پھر حریت کا ہے آزار
ہیں مصیبت میں قوم کے ابرار

پھر ہوا ہے کوئی گستہ مہار
پھر ہے پگڑی سنبھالنا دشوار

کیوں نہ لوگوں سے وہ کریں تکرار
پھر ہے منظور گرمیٔ بازار

پھر کھنچی ہے وہ تیغ جوہر دار
پھر ہیں مشکل میں حاجی و زردّار

ان کے آگے ہیں سر بسر بیکار
خانصاحب ہوں یا کوئی سردار

کیوں نہ پھر گالیوں کی ہو بوچھار
کہ بڑھے ہے قوم میں "غلاظت خوار"

الامان الامان کا غل ہے بلند
پھر وہ ظالم ہے برسر پیکار

حریت مل گئی حرارت سے
وقنا ربنا عذاب النار

پھر انھیں شوق اجتہاد ہوا
پھر ہوئی فکر جبہ و دستار

حیف! کہلائیں مخبر و جاسوس
سلطنت کے غلام کارگزار

اور کریں دعوی وکالت قوم
وہ جو ہوں ملک و قوم کے غدّار

آہ! پبلک مین پاکباز بنین
جن سے بڑھکر کوئی نہین بدکار

آج بنتے ہین واعظ و ناصح
کل جو تھے وقف خانۂ خمّار

بات وہ جو دلو نمین چھید کرے
کام وہ جس سے ہر شریف کو عار

وہ چلن جس پہ تھو کتا ہے جہان
جس سے نافر ہین کافر و دین دار

خود طلبگار جیفۂ دُنیا
اس پہ بنتے ہین نام کے احرار

سگ دیوانہ کی طرح مدہوش
اور یہ غرفش کوئی نہین ہشیار

قول لتھڑے ہوئے غلاظت مین
فعل ایسے کہ جس سے سب بیزار

جیف آلودۂ نجاست ہے
وہ زبان تھی جو ابر گوہر بار

نیک و بد مین نہ جو کرین تفریق
جائین دوزخ مین ایسے ناہموار

ہو خدا کے لئے کہین خاموش
ناظر دردمند و سینہ فگار

درد دل کسکو تو سناتا ہے
کون بنتا ہے محرم اسرار

بدزبانی شعار ہو جس کا
وہ متانت کا کیون کرے اظہار

خوئے بد در طبیعتے کہ نشست
سخت مشکل بنے جو خوش اطوار

بے سبب ہو جو کوئی ہرزہ سرا
دوستی را نشاید آن غدّار

طعن من بر مدیر قوم فروش
لعنت حق بہ مرد ناہنجار

خدا راز دوستی سفلۂ دون
زینہار از قرین بدزینہار

بیٹھنا خان بہادر کا وہ احرار کے پاس

حریت کب ہے کسی سیٹھ کے سردار کے پاس
جنس کامل ہے یہ "ہمدرد" و "زمیندار" کے پاس

"اک ٹرسٹی" کو جو دنیا طلبی کی دھن ہے
دوڑ کر جاتا ہے ہر افسر و زردار کے پاس

دیکھ اے قوم خبردار تجھے کرتا ہون
جام ہے زہر کا اک "حاجیِ عیار" کے پاس

کود گرداب مین، گر آگ مین یہ آسان ہے
بھول کر جا نہ کبھی "مفتیِ مکار" کے پاس

"آنریبل" کے بھی کوچہ سے حذر لازم ہے
ظلمتِ شب ہے وہان ہر در و دیوار کے پاس

راہ مین کوئی "وفادار" جو مل جاتا ہے
مین پھٹکتا ہی نہین ایسے سیہ کار کے پاس

دوستو! کیون دلِ مضطر نہ تسلّی پائے
"خان صاحب" ہین کسی شوخِ ستمگار کے پاس

قوم کا درد مری طرح سے ہوگا جس کو
وہ نہ بیٹھے گا کبھی مردِ "وفادار" کے پاس

کس طرح مین غم و اندوہ و الم سے چھوٹون
غم ربا چیز کہان ہے مرے غمخوار کے پاس

یہان زرِ نقد کی خواہش ہے۔ وہان باتین ہین
جز زرِ قلب نہین میرے خریدار کے پاس

مبتذل ہوگا جو مضمون نہ شائع ہوگا
دیکھ لو بھیجکر اک صاحبِ اخبار کے پاس

کون دلسوز ہے جز شمع سیہ خانے مین
موت بھی جا نہین سکتی ترے بیمار کے پاس

آج تک دیدۂ ناظر مین پھرا کرتا ہے
بیٹھنا "خان بہادر" کا وہ احرار کے پاس

ہوئے بات کہکر گنہ گار واعظ

بُرا کہہ نہ حاجی کو زنہار واعظ
نہ کر یون تقدس کا اظہار واعظ

نہ کر شیخ و قاضی سے تکرار واعظ
نہ مفتی کو ٹھیرا گنہ گار واعظ

خطا وار آنریبلون کو بنا کر
ہوا اور بھی تو خطا وار واعظ

غضب تیرے زہر ریائی کا پھندا
نہ چھوٹا ہوا جو گرفتار واعظ

"عزیزون کو بیدار رکھکر سُلانا
تجھے سہل ہے مجکو دشوار واعظ"

"ہمین اور بھی تجھسے کرتے ہین بدظن
یہ جبّہ۔ یہ ریش اور یہ دستار واعظ"

"کوئی بات دیکھی نہین تجھ مین لیکن
سُنا ہے کہ ہوتے ہین مکار واعظ"

"تیری طرح سب دشمنِ حرّیت ہین
بہت ہم نے دیکھے ہین احرار واعظ"

دکھا دینگے چندے کی فہرست ہم بھی
"ہمین مل گیا گر کوئی یار واعظ"

کسے ہوگا ہم پر گمان پھر بدی کا
"یہی ہے اگر حُسن گفتار واعظ"

جو بھارت کے ہین عاق فرزندان سے
رکھے کس لئے تو سروکار واعظ

تو ہمدرد ملت تو غمخوار دین ہے
تجھی کو ہے یہ غم سزاوار واعظ

نہ سمجھے تیرے وعظ و لکچر کی لِم کو
نہین بے خبر اتنی سرکار واعظ

نہ مداح بن جرمن و ہنگری کا
نہ کر گرم رشوت کا بازار واعظ

بھلا دل سے ہرگز نہ حقِ نمک تو
سمجھ یہ ہے کس کا نمک خوار واعظ

بظاہر تقدس کے جلوے دکھا کر
نہ بن ملک و ملت کا غدّار واعظ

یہ پہلو مین بیٹھا ہے جاسوس جرمن
خبردار واعظ! خبردار واعظ

ہر اک سمت افواہ پھیلی ہوئی ہے	نہ کر ان کی ہستی کا انکار واعظ
جو ہے راستی و صداقت کا خواہاں	تو پڑھ الہلال و زمیندار واعظ
یہ دونوں جرائد اگر ہوں نہ کافی	تو ہمدرد بھی ہے اک اخبار واعظ
جنازہ نہ اٹھتا جو مسلم گزٹ کا	تو تھا وہ بھی ملت کا غمخوار واعظ
حذر ان سے کر دیکھ شنا البشیر میں	یہ خان صاحب، و خان و سردار واعظ
عزیزوں پہ الزام ملت فروشی	یہ باتیں نہیں ہیں سزاوار واعظ
یہ بہتر ہے ابرار سے صلح کر لے	رہے ہے کیوں شب و روز تکرار واعظ

"مسلمان نہ ہم کاش ناظر کو کہتے"
"ہوئے بات کہکر گنہ گار واعظ"

نوٹ۔ جو مصرعہ یا شعر دوسروں سے لئے گئے ان کے گرد " " کا نشان دیا گیا ہے۔

ناظر بغیر یکدلِ بے مدعا نہ مانگ

جاہ و خطاب و عزت و بخت رسا نہ مانگ	"گر تجکو ہے یقین اجابت دعا نہ مانگ"
تقلید لازمی ہے زمیندار کے لئے	طرز جدید اس کیلئے اے فتا نہ مانگ
ہمدرد "تجکو" حاجی بغلول" کی قسم	مثل "ہلال" قلب ستم آشنا نہ مانگ
ہے فنڈ کانپور ضمانت کیواسطے	یہ بہر بورڈنگ برائے خدا نہ مانگ
رشک و حسد سے بڑھتی ہے کب شان حریت	آنریبلوں کے واسطے تو بد دعا نہ مانگ
کافی سمجھ یہی کہ عمامہ بچا رہے	انعام حب قوم و جزائے وفا نہ مانگ
ڈر ہے لگے نہ آگ کسی کے پریس میں	اے ہم نفس اجازت آہ رسا نہ مانگ

آتے ہین یاد چندہ بلقان و کانپور
وہ مجھسے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ

ہان دیکھ! یاس رحمتِ خالق سے کفر ہے
اپنی زبان سے آپ دعاے قضا نہ مانگ

سامان عیش ہجر مین ہین زہر ہم نشین
اسوقت حق سے گلشن و ابر و ہوا نہ مانگ

غارت ہوے ہین ہوش و خرد اک نگاہ مین
تاب و توان اب اے نگہ سرمہ سا نہ مانگ

بچنا اگر ہے قوم فروشی کے طعن سے
ناظر بغیر یک دل بے مدعا نہ مانگ

وہ ناظر کو بھی بدگمان کہہ رہے ہین

(بعض دوستون کی جدّت پسندی کا مختصر فوٹو)

عزیزون کو ایذا رسان کہہ رہے ہین
مجھے دشمن خانمان کہہ رہے ہین

اِنھین کو وہ آتش فشان کہہ رہے ہین
اُنہین آفتِ ناگہان کہہ رہے ہین

عمرو کو اگر بد زبان کہہ رہے ہین
بکر کو بھی گندہ دہان کہہ رہے ہین

ریوٹر کو برق آشیان کہہ رہے ہین
وہ ہر دم نئی پھبتیان کہہ رہے ہین

بجز حزب الاحرار سمجھے کوئی کیا
وہ جس قسم کی چیستان کہہ رہے ہین

زمین کو فلک پر چڑھایا ہے ایسا
اُسے ہمسرِ آسمان کہہ رہے ہین

جو دیکھا ہے پبلک کو خوابِ گران مین
تو پشہ کو پیلِ دمان کہہ رہے ہین

بتاتے ہین بیدار سوے ہوؤن کو
ہر ایک پیر کو نوجوان کہہ رہے ہین

جوان جو حقیقت مین ہین رشک پیرزن
اُنھین طفلک ناتوان کہہ رہے ہین

سمجھتے ہین ذرے کو مہر درخشان
وہ قطرے کو سیل روان کہہ رہے ہین

وہ ارگن بتاتے ہین آواز خر کو	وہ نغمے کو آہ و فغان کہہ رہے ہین
وہ کم خواب کو ٹاٹ ٹھہرا رہے ہین	وہ گاڑھے کو دیسی کتان کہہ رہے ہین
چغد کو وہ کہتے ہین بچہ ہما کا	ہر ایک زاغ کو خوش بیان کہہ رہے ہین
وہ اپنے عمل سے جو خوار جہان ہین	سے گردش آسمان کہہ رہے ہین
"وفادار" ایسے ہین اُن کی نظر مین	جنہین ننگ ہندوستان کہہ رہے ہین
فلک سیر کہتے ہین بے دست و پا کو	وہ گونگے کو معجز بیان کہہ رہے ہین
ضمانت کو معیار ہستی بنا کر	مصیبت کو آرام جان کہہ رہے ہین
وہ مفتی و حاجی سے ناخوش ہین اتنے	انھین سنگدل جانستان کہہ رہے ہین
ٹرسٹی ہے خاص ایک معتوب اُن کا	اسے مستبد حکمران کہہ رہے ہین
ٹپکتے ہین سُن سُن کے لوگون کے آنسو	عجب درد کی داستان کہہ رہے ہین
خدا ان کی جدت پسندی سے سمجھے	وہ گھوڑے کو باغ جنان کہہ رہے ہین

یہان تک بڑھی ان کی اب بدگمانی
وہ ناظر کو بھی بدگمان کہہ رہے ہین

مین بیشک مجرم ہون

مین خوش کہ مجھ مین نہین تاب مردم آزاری	(۱)	وہ اس سے شاد کہ ناشاد و دل فگار ہون مین
اچھالنا نہین آتین جو پگڑیان مجھکو		سیاہ کار ہون بے شک سیاہ کار ہون مین
بڑا مزا تھا اگر مین بھی جنگ جو ہوتا	(۲)	نہین جو شامل احرار شرمسار ہون مین
خطاب یافتہ ہون سخت جرم ہے میرا		ہوا ہون خان بہادر گناہ گار ہون مین

مذاق قوم کا بگڑا ہے درد مند ہوں میں

پڑی وہ ضرب کسی طرح سر نہیں اُٹھتا — نہیں امید کہ دنیا میں سر بلند ہوں میں
مرے نصیب میں اے ہمد موئشاہ نہیں — بلا نصیب ستم کش۔ جفا پسند ہوں میں
رہی۔ نہ وقعتِ اسلام رنج ہے مجکو — مذاق قوم کا بگڑا ہے درد مند ہوں میں

تلخ کلامی کے عوض تحمّل

یہ کب ہوا کہ ہوئے مجھ پہ مہربان احرار — وہ کون دن ہے کہ میں مورد عتاب نہیں
وہ طعن قوم فروشی کی دیتے جاتے ہیں — یہ کہہ رہے ہیں کہ تجھ سے مرا خطاب نہیں

مرے سکون و تحمل کو دیکھکر کہئے
یہ ان کی تلخ کلامی کا کیا جواب نہیں

سُنا نہ کبھی ناظرِ عیّار کی باتیں

ہوتی ہیں محبت کی نہ کچھ پیار کی باتیں — آفت ہیں کسی شوخ جفا کار کی باتیں
طعنے ہیں مجھے قوم فروشی کے شب و روز — دیکھے کوئی اس بے سبب آزار کی باتیں
رونا کبھی مفتی کا کبھی شکوہ حاجی — اے دوست مزا دیتی ہیں احرار کی باتیں
پھر خان بہادر سے کسی ڈھب نہ ملے وہ — جب ذہن نشین ہوگئیں اغیار کی باتیں
کہتے ہیں وہ شمس العلما سارے دنی ہیں — اس طرح کیا کرتے ہیں تکرار کی باتیں
جلوہ وہ سرِ طور دکھاتے ہی نہیں ہیں — سنتے ہی نہیں طالب دیدار کی باتیں
اک دوست نے سب قوم کو بدنام کیا ہے — یہ ایک کا کہنا ہے نہ دو چار کی باتیں

ہر صفحہ مین ہے جا بیسلاقین کی شکایت
کیا خوب ہین اخبارِ زمیندار کی باتین

وہ طرز زمیندار پہ احسنت کہے کیا
ہمدرد کو بھاتی نہین تکرار کی باتین

ہر لفظ پہ صیاد نے دل تھام لیا ہے
ہین رنج فزا مرغ گرفتار کی باتین

لپکا ہے اسے قوم فروشی کا نہایت
سُنتا نہ کبھی ناظرِ عیار کی باتین

خداگواہ ہے ناظر کا یہ قصور نہین

نہین یہ غم کہ الجھنے کی خو نہین مجھکو
یہ رنج ہے کہ مری عقل مین فتور نہین

خطا یہ ہے کہ نہین سب و شتم کی عادت
یہ جُرم ہے کہ مین بے عقل و بے شعور نہین

و تارِ قوم سمجھتا ہون جُرد باری مین
نہین ہون داخل احرار ناصبور نہین

درشت گوئی و تلخی کو جانتا ہون بُرا
اگرچہ بھول کے بھی فکر ہیچ حضور نہین

یہ کون جرم کہ شور و شغب سے نفرت ہے
خطا یہ کیا جو کسی بات کا غرور نہین

نہین ہے پاس بزرگونکا اک عزیز گواہ
مرے حواسِ معطل جو ہون تو دور نہین

ہر ایک ہرزہ سرا کب ہے داخلِ احرار
ہر اک چٹان کبھی رشک کوہ طور نہین

وہ غنچہ ہون کہ صبا بھی جسے کھلا نہ سکے
وہ دل گرفتہ ہون جسکے لئے سرور نہین

یہ لب ہوا کہ ہوا زغم بے گناہی کا
یہ کب ہوا کہ مرے لب پہ یاغفور نہین

وہ دن ہے کون نہین جب الم کا جوش مجھے
وہ شب ہے کون کہ جب رنج کا وفور نہین

وہ طعن قوم فروشی کے دے رہے ہین غلط
خداگواہ ہے ناظر کا یہ قصور نہین

دیوانہ گر نہین ہے تو ہشیار بھی نہین

یہ سچ کہ تاب دید رخ یار بھی نہین
کیا مجھکو شوق آہ شرربار بھی نہین

وہ مال ہون کہ جس کا نہین کوئی مشتری
وہ جنس جس کا کوئی طلبگار بھی نہین

وہ راز ہون کہ جس کا زمانے کو علم ہے
وہ بات ہون جو لائق اظہار بھی نہین

وہ خار ہون کہ جس کی خلش سے نہین خطر
وہ پھول ہون جو زینت گلزار بھی نہین

یہ کیا کہا تمام جراید ہین ناپسند
احرار یون ہین کیا کوئی ہموار بھی نہین

مسلم گزٹ کا ذکر تو اس وقت ہی فضول
اس سے تو آپ کو سروکار بھی نہین

جب لکھنؤ سے اسکا جنازہ نکل چکا
تو کیا عجب جو اب کوئی غمخوار بھی نہین

ہمدرد و الہلال اگر ہین درشت گو
مطبوع طبع طرز زمیندار بھی نہین

آسان حریت جو نہین ہے تو سہل ہے
"دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہین"

سر پھوڑنے کو دشنہ و خنجر کی فکر کیون
ہمدم پریس ہین کوئی دیوار بھی نہین

اغیار سے خیال جدال و قتال ہے
"گو دل مین ضعف سے ہوس یار بھی نہین"

ابرار سے ہے چھیڑ مگر ہے یہ حال دل
"طاقت بقدر لذت آزار بھی نہین"

مضمون سوجھتا نہین کوئی سوائے طعن
یعنی کہ انکی جیب مین اک تار بھی نہین

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا
لڑتے ہین اور ہاتھ مین تلوار بھی نہین

ڈھب کا نہین ہے خان بہادر کے یہ حقیر
اور لطف یہ کہ لائق احرار بھی نہین

جاسوس جرمنی" کا نہین ہے بہ فضلِ حق — رسوائے عام بر سرِ بازار بھی نہین
ظاہر نمائیون کو سمجھتا ہے گمرہی — اسکو تعلیون سے سروکار بھی نہین
مخبر کی حیثیت سے نہ ہو گا شریکِ وفد — اتنا ستم ظریف و فسون کار بھی نہین
چرچا نہین ہے قوم فروشی کے طعن سے — گو حق یہ ہے کہ قوم کا غدار بھی نہین
حاجی کی ریش سے نہین بازی کا ذوق شوق — اسکی نظر مین شیخ کی دستار بھی نہین
مفتی پہ بے سبب نہین بوچھاڑ لعن کی — آنریبلون سے مفت مین پیکار بھی نہین
اسکے خیال مین نہین کوئی "کرم نما" — اسکے گمان بد مین "وفادار" بھی نہین
یہ سوءِ ظن کو جانتا ہے بالیقین گناہ — گو ایسا مرد زاہد و دیندار بھی نہین
شاکی نہین امیر علی کے مزاج کا — آغا کی صاحبی سے اسے عار بھی نہین
کہتا نہین کسی سے مجھے دیجیے ڈنر — ایسی خفیف بات پہ تکرار بھی نہین
نواب رامپور سے مطلق نہین عناد — ساحرؔ سے سیم و زر کا طلبگار بھی نہین
غالب کو مانتا ہے خدائے سخن مگر — اسکے لئے سجود کو طیار بھی نہین
استاد جانتا ہے ہر اک باکمال کو — یعنی کسیکے فضل کا انکار بھی نہین

دیکھا ہے ہم نے ناظرؔ آشفتہ حال کو
دیوانہ گر نہین ہے تو ہشیار بھی نہین

ناظر نے کتنی نظم کی مٹی خراب کی

شکوہ کیا مرا تو شکایت خطاب کی — "جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی"
جاسوس جرمنی کا وہین دم نکل گیا — "بجلی گری جو تیری نگاہ عتاب کی"

اب مخبری کا عزم نہیں ہے جو غیر کو — خوش قسمتی ہے ساحرِ عالی جناب کی
وہ اور ظلم خان بہادر کا "تذکرہ — "ہیں اور گفتگو ستم بے حساب کی"
سایہ پڑا ہے کیا کسی ملت فروش کا — شوخی ہیں انکی چھیڑ ہے کچھ اضطراب کی"
حاجی پہ پسٹ وشتم جو کچھ دن سے بند ہے — "گھر کر گئی دُعا کسی خانہ خراب کی"
وہ حریت پسند یہ ملت فروش ہیں — "تصویر کھینچ رہی ہے سوال و جواب کی"
اس وجہ سے پے تو نہ بہکا کرے کوئی — "پیرِ مغان سبیل لگا دے شراب کی"

ہیں آہ روب بھر نہ سکا گوسفند کا — "ٹوٹی گرہ تڑاق سے بندِ نقاب کی"
سب پر جو کھل گیا کہ یہ ہے گرگ حیلہ جو — تب تو ہر ایک نے ہیری مٹی خراب کی
ہیں حالِ زار قوم پہ رویا جو مکر سے — "اُلٹی ہنسی اوڑی مری چشم پُر آب کی"
ابرار کو جو اپنا مخالف بنا دیا — "ہیں سب خرابیاں دلِ خانہ خراب کی"
مفتی بہت ہے خوش مری حالت کو دیکھکر — "شرمِ گناہ شکل مٹا دے عذاب کی"
پبلک کو کھول کھول کے باتیں سُنا گیا — اک تیرہ بخت نے مری مٹی خراب کی
میرے عمل ہی کرتے ہیں اب منفعل مجھے — "ڈھلکے ہے رنگ زنگ سے صورت حجاب کی"
افواہ لاکھ ہوں میں کہونگا نہیں غلط — "بس یہ اخیر فصل ہے میری کتاب کی"

اشعارِ اہلِ فضل پہ تضمین کا خیال
ناظر نے کتنی نظم کی مٹی خراب کی

آخر کبھی تو عقدۂ دل وا کرے کوئی؟

حضرت ناظر اس نظم کے ساتھ خود ہی تمہید بھی ارسال فرماتے ہین جو حسب ذیل ہے۔

شروع کے سات شعر غالب مرحوم کے مسنخ کر کے اُن پہ گرہ لگائی گئی ہے۔ اگر اسکو گرہ کہا جاسکے۔ اسکے بعد دو مصرعے جلال مغفور کے لئے گئے اور اُن پر طبع آزمائی ہوئی ہے پس بہتر ہوگا کہ اُن کو جدا کردیا جائے دسوین شعر سے بندہ ناظر کا ہیجان طبع یا جوش جنون ہے۔ پیٔے بدون بہکنا کوئی آپ سے سیکھے۔ احرار سے کسی کو عقیدت ہو تو اتنی ہو۔ (۲) تیسرے شعر مین غالب مرحوم نے جیب بالفتح بمعنی گریبان لکھا ہے۔ مگر بحالت موجودہ اُسکو جیب بالکسر پڑھنے کیضرورت ہے (یعنی کیسہ زیر دامن) اسلئے حاشیہ ضرور لکھدیا گیا

سامان حریت جو نہ پیدا کرے کوئی
مشکل کہ تجھ سے راہ سخن وا کرے کوئی

بااعتدال ہو کے نہ پائے گا فائدہ
آزاد بن کے دل مین جگہ جا کرے کوئی

ملتا نہین حسابِ جیبِ چندے کا دوستو!
کیا فائدہ کہ جیب کو رسوا کرے کوئی

گلزار حریت سے رہے کب تلک جدا
تا چند باغبانی صحرا کرے کوئی

گر چارہ ساز بار ضمانت اُٹھا سکین
نقصان نہین جنون سے جو سودا کرے کوئی

وارفتگی سے اپنی خریدار اگر بڑھین
یہ درد وہ نہین کہ نہ پیدا کرے کوئی

ہمدم اگر کڑے ہین قواعد پریس کے
جب ہاتھ ٹوٹ جائین تو پھر کیا کرے کوئی

اُف تک کرے نہ قوم فروشی کے طعن پر
اتنی تو بات ضبط مین پیدا کرے کوئی

نیرنگ چرخ دیکھ کے ایسا خموش ہو
وہ خود کہین کہ عرض تمنا کرے کوئی

بیمار عشق کے لئے صحت عذاب ہے
اچھا کرے اسے جو نہ اچھا کرے کوئی

نغمۂ سرائیون سے کرے زور درد دل
بہتر تلافئے مئے وصہبا کرے کوئی

چارہ نہین ۔ لگائین وفادار تہمتین
کب تک تال وفد کو اخفا کرے کوئی

صدہا گمان بد ہون جو تیماردار پر
بیمار غم کا خاک مداوا کرے کوئی

لازم ہین اسکے واسطے آبلہ فریبیان
پہنکے ہین اختیار جب پیدا کرے کوئی

بیٹھے جنون عشق مین کیون پاؤن توڑ کر
گردش بقدر وسعت صحرا کرے کوئی

ہین قدردانیون کے عوض بدگمانیان
کیا چارہ سازئ دل شیدا کرے کوئی

ملت فروش غرق ہون سیلاب بعض مین
پیدا اگر روانئ دریا کرے کوئی

سارے جہان کو تم نے مخالف بنالیا
ان بے وقوفیون کا تماشا کرے کوئی

ناظر کو اس روش پہ ملامت نہ کیجیئے!
آخر کبھی تو عقدۂ دل وا کرے کوئی

لوگ کہتے ہین اشار ونین یہ مآل اچھا ہے

(حضرت ناظر ارشاد فرماتے ہین کہ ابتدا کے آٹھ اشعار غالب جلال ۔ اور داغ کے ہان ڈالہ بارکر بنائے گئے ہین اور بقیہ اشعار ایجاد بندہ ہین

جس ٹرسٹی کی طرف ان کا خیال اچھا ہے
اُسکے آغاز سے ہی اسکا مآل اچھا ہے

ہم ہین مشہور جہان تلخ نگاری کے سبب
جس طرح کا کہ کسی مین ہو کمال اچھا ہے

زر چندہ اگر اڑتا ہے تو اُڑ جانے دو
ہاتھ آتے ہی جو اڑ جائے وہ مال اچھا ہے

اب نہ حاجی سے کرو جنگ نہ مفتی سے فساد
جسطرح سے ہو غرض رفع ملال اچھا ہے

حریت جسمین بڑھے قرن مبارک ہے وہی
وفد جس سال مین جائے وہی سال اچھا ہے

بزم احرار مین ہوا ایک ٹرسٹی کا بھی ذکر
کثرت عیش مین تھوڑا سا ملال اچھا ہے

کیون ضمانت کے نہین جال مین آتی ہمدم
برق گرتی ہے اُنہی پر جو نہال اچھا ہے

فکر مین قوم کے احرار گھُلے جاتے ہین
چارہ گر مرتے ہین بیمار کا حال اچھا ہے

اب وہ سنجرتا نہ سخافت ہی نہ وہ جنگ و جدل
لوگ کہتے ہین کہ ہمدرد کا حال اچھا ہے

ہمدموا اُٹھا جی بغلول کی کیا مدح کرون
اس سے بہتر ہے نہ حالی نہ جلال اچھا ہے

حزب الاحرار سے ممکن ہو تو پوچھے کوئی
صلح مین لطف ہے یا جنگ و جدال اچھا ہے

ہمنے ہمدرد و زمیندار کو دیکھا ہے بہت
ان سے اس وقت بھی اے دوست ہلال اچھا ہے

خوگر عیش نہ ہوگا دل محروم نشاط
واسطے اُسکے غم اچھا ہے ملال اچھا ہے

دیکھ کر آئینہ ۔ کہتا ہے وہ سرمست غرور
کون کہتا تھا کہ حورونکا جمال اچھا ہے

قابل دید ہے عاشق کی تڑپ کا بھی جواب
گو تری تنگ نگاہی کا سوال اچھا ہے

کبھی کہتا ہون کہ ہے ہجر مین مرنا بہتر
کبھی کہتا ہون کہ ارمان وصال اچھا ہے

آج دستار کا ناظر کی خدا حافظ ہے
لوگ کہتے ہین اشارون مین یہ مال اچھا ہے

ناظر کیواسطے یہی سوغات چاہیئے

غیرون کی گالیون سے مدارات چاہیئے
اس طرح حرّیت کا کچھ اثبات چاہیئے

سب کو گمان گریہ بے اختیار ہو
اتنا تو مکر وقت مناجات چاہیئے

روٹی کا مسئلہ ہے بڑا سخت مسئلہ
فکر اس کی پہلے قبلۂ حاجات چاہیئے

پرستش نہین جو دہر مین داب وقار کی — ابلہ فریب ہزل وخرافات چاہیئے

بہر خواص چاہیئے دعوائے حریت — بہر عوام کشف وکرامات چاہیئے

ہر وقت طعن ہون میری ریش سفید پر — یہ شغل خاص آپ کو دن رات چاہیئے

وہ کام چاہیئے کہ اٹھے شور الحفیظ — آہ وفغان بلند ہو وہ بات چاہیئے

تیار حاکمون کے لئے وفد کیجئے — ”تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیئے“

اس وفد مین طلب ہون وفادار بھی ضرور — ”ہان کچھ نہ کچھ ”تلافئ مافات چاہیئے“

ملت فروش چاہیئین احرار کے قریب — ”مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہیئے“

کیجئے ادائے خاص سے اظہار حب قوم — بہر قبول عام کوئی بات چاہیئے

انجام کانپور سے نادم ہے اک عزیز — آخر ستم کی کچھ تو مکافات چاہیئے“

لینا ہے مجھکو چرخ سے طول امل کی داد — روز جزا سے بڑھ کے کوئی رات چاہیئے“

فرمائے کہ موسم سہرا ہے کیا برا — کیون میکشی کے واسطے برسات چاہیئے

ہے صاف صاف یون کہ ابھی تشنہ کام ہون — اک جام اور پیر خرابات چاہیئے

الزام دیجیے قوم فروشی کے باربار
ناظر کے واسطے یہی سوغات چاہیئے

کیون تنگ ہو وسعت صحرا مرے آگے

(ایک احراری دوست کی رجز خوانی)

کیا خوب ہے پبلک کا ڈراما مرے آگے — ”ہوتا ہے شب وروز تماشا مرے آگے“

عاجز ہین ”وفادار“ سراپا مرے آگے — چلتا ہی نہین زور کسی کا مرے آگے

مین قوم کو بہلاتا ہون بچون کی طرح سے
بازیچہ اطفال ہے دنیا مرے آگے"

پھر دیکھے مرے زہد ریائی کا نمونہ
رکھ دے کوئی پیمانہ صہبا مرے آگے"

پبلک مجھے روکے ہے جو کھینچے ہے مجھے وفد
"کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے"

ساحر کے سبب بارگہ خاص مین پہنچا
"آتا ہے ابھی دیکھیے کیا کیا مرے آگے"

مین قوم فروشون کے ادھیڑ دون گا بخیے
آجائے گا اک اک کو پسینہ مرے آگے

اک ممبر کونسل کے قدم جم نہین سکتے!
تھمنا نہین اخبار مین "آغا" مرے آگے

چمکے گا جو خورشید مرے علم و عمل کا
شمس العلماء دنگ رہے گا مرے آگے

ہان مفتی و حاجی نہ مرے سامنے آئین
کھل جائے گا اک اک کا لفافا مرے آگے

اس جا پر انداختہ ہین سارے ٹرسٹی
ہر خان بہادر ہے بھگوڑا مرے آگے

مین قوم فروشون کے لئے آفت جان ہون
چلتا نہین ان کا کوئی دعوے مرے آگے

ناقص مرے ہوتی ہے علی گڈہ کی جماعت
لاہور کا کالج ہے ادھورا مرے آگے

بدرنگ ہے ہر شاہد گلرو مبرے ہوتے
حیران ہے ہر اک آئینہ سیما مرے آگے

ہر شاعر خوش گو ہے مرے نام سے لرزان
ترسان ہے ہر اک قافیہ پیما مرے آگے

گوش شنوا بند ہوئے میری صدا سے
خاموش ہوا ہر لب گویا مرے آگے

اُٹھتے نہین مجنون کے قدم دشت بلا مین
بڑھتا ہی نہین ناقہ لیلیٰ مرے آگے

عاشق سے خفا ہوتی ہے سلمیٰ مرے ہوتے
وامق سے جدا رہتی ہے عذرا مرے آگے

آجاتا ہے چکر مین بھنور سامنے میرے
تھم جاتا ہے چل چل کے بگولا مرے آگے

دیکھا ہے تموّج جو مری طبع رواں کا
رُک رُک کے چلا کرتا ہے دریا مرے آگے

دیکھے ہے جو مرے فکر فلک سیر کو ناظم
کیون تنگ نہ ہو وسعت صحرا مرے آگے

کیا ہو جو بتا دون کہ مرا نام یہی ہے

بیوجہ جو ہے مورد الزام یہی ہے
اے ہم نفسو ناظم ناکام یہی ہے

سمجھا ہے غم قوم مین جلنے کو سعادت
دن رات تپان رہتا ہے آرام یہی ہے

کہتا ہے جسے پیر مغان مرشد کامل
وہ رند لبس اے ساقی گلفام یہی ہے

ہین جام محبت کے تو یون او بھی خواہان
لاکھون مین مگر میکدہ آشام یہی ہے

آزاد جرائد اسے کہتے ہین منافق
ہمدردی اسلام کا انعام یہی ہے

شوربہ ہے اک آب بقا سامنے جسکے
تو دیکھ کہ وہ دُردِ تہ جام یہی ہے

لڑتے ہین بہم جیفۂ دنیا پہ جو مسلم
غیرون مین یہ چرچا ہے کہ اسلام یہی ہے

ہوتا ہے عبث طرز نہ بنیاد کا خواہان
ہمدرد سے کہدو طمع خام یہی ہے

لو سامنے وہ حاجئ مکار کھڑا ہے
پہلو مین جو ہے مفتئ بدنام یہی ہے

شمس العلما بن کے اکڑتا ہے جو اتنا
مجبور ہوا اے دل ناکام یہی ہے

حملہ کبھی آغا پہ کبھی میر علی رضا پر
ہین مرد دلاور ہون مرا کام یہی ہے

کیا خوب! اسی بات پر احباب خفا ہین
چیندون کو اڑاتا ہون ہین!! الزام یہی ہے

سوتے ہوئے احباب کو بیدار بتانا
پبلک کے پھنسانے کو مگر دام یہی ہے

وہ قوم فروشی کے دیا کرتے ہیں طعنے
واقف نہیں اتنا بھی کہ دشنام یہی ہے

کچھ دور نہیں ہے اگر اپنے بھی بنیں غیر
انداز جوان کا سحر و شام یہی ہے

بہتر ہے ترے واسطے اے دوست خموشی
جاہل کا مگر پاسخِ پیغام یہی ہے

ہم آہ گرے جاتے ہیں دنیا کی نظر سے
آپس میں جھگڑنے کا سرانجام یہی ہے

ہاں ہاں دلِ مایوس کی امید بندھاؤ
اے چارہ گرو رسم وره عام یہی ہے

کیوں رام نہوں گے جو یہی ہے کشش دل
کیوں رحم وہ کریں گے اگر ابرام یہی ہے

ہم گرمی گفتار سے اک دوست کی سمجھے
ابرار سے جلتا ہے جو یوں خام یہی ہے

بھولی ہے جیسے دیکھ کے شمشاد کو قمری
واللہ کہ وہ سروِ گل اندام یہی ہے

احرار میں اک غل ہے کہاں کون ہے ناظمؔ
کیا ہو جو بتا دوں کہ مرا نام یہی ہے

ناظمؔ کے حق میں آپ بھی سفاک ہو گئے

احرار ین کے اور بھی بے باک ہو گئے
"ڈہو ئے گئے ہم ایسے کہ بس پاک ہو گئے"

اپنے سبب وہ حال ہوا ملک و قوم کا
"دشمن بھی جسکو دیکھ کے غمناک ہو گئے"

ملت فروش کہکے بزرگان قوم کو
"بارے طبیعتوں کے تو چالاک ہو گئے"

ہم کرکے رشک ان کی ترقی و جاہ پر
"آپ اپنی آگ کے خس و خاشاک ہو گئے"

"مسجد شکن" کسیکو بنانے کی فکر تھی
"کی اس نے وہ نگاہ کہ بس خاک ہو گئے"

اللہ رے اپنی سیف زبان کی روانیان	جس کے سبب ہزار جگر چاک ہو گئے
کچھ لا سکے نہ تابِ گرانباری ستم	جو قد تھے رشک سرو وہ کاواک ہو گئے
اظہار زہد باعثِ رجس درون ہوا	ہم پاک بن کے اور بھی ناپاک ہو گئے
تیغ ادا غضب تھی عروس بہار کی	لاکھون جگر بصورت گل چاک ہو گئے
جو راہزن تھے اب ہین وہی رہنمائے قوم	نیرنگ کس قدر نہ افلاک ہو گئے
نقش وفا جہان سے مٹانے کے واسطے	جتنے نگینہ ساز تھے حکاک ہو گئے
فرد گناہ بن گئی پروانۂ نجات	حاجی جو حشر مین شہ لولاک ہو گئے

ملت فروش کہکے لگاتے ہین یہ پھبیان
ناظر کے حق مین آپ بھی سفاک ہو گئے

متفرقات

چندون کا معما حل ہونا مشکل ہے

۱

جبتک کہ زور شور پہ تھی جنگ بلقان	چندہ کی وجہ سے تھے نہایت وہ مہربان
مین کیا کہ اب کسی کی بھی پرسش نہین وہان	اکنون کرا دماغ کہ پرسد ز باغبان

بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد؟

۲

احرار کے کرم کا جو خوگر ہوا ہے دل	پاتا ہے لطف اب ستم روزگار مین
کھلتا نہین ہے قوم پہ جب حال کانپور	چندہ طرابلس کا ہے پھر کس شمار مین

ہمارے وکیل

دعواے حریت ہے انہین آجکل بہت
ہم لوگ کیون نہ اُنکی نظر مین ذلیل ہون

کسطرح ہمسرون مین بڑھے اعتبار قوم
جب فضل حق سے آپ ہمارے وکیل ہون

ابلہ فریبی کا نسخہ

سرکردگان قوم پہ کرگالیون کی مشق
لانا ہے احمقونکو اگر اپنے دام مین

الزام دے خواص کو تو حبّ جاہ کا
گر چاہتا ہے عزت و وقعت عوام مین

دہوکا نہ کھائیے!

تعلیم ضبط نفس کی جنکو نہین ملی
ذرہ بھی اعتبار نہین اُنکی بات کا

الدن رہینگے آپ کی بگڑی اچھال کے
"دہوکا نہ کھائیے نگہ التفات کا"

جو بات ہے خدا کی قسم لاجواب ہے

آج اپنے لیڈرون پہ عتاب و خطاب ہے
کل اک خطاب یافتہ زیر عتاب ہے

ہوتا ہے ہمسرون کا اہانت سے تذکرہ
جو بات ہے خدا کی قسم لاجواب ہے

کاش مین سر ہوتا

ہنون جو خان بہادر بنے گا کیا اس سے
وہ کرتے کچھ تو ادب انریبل اگر ہوتا

مرے قدم پہ وہ گھستے جبین بصد منت
مجھے تو ہے یہ تمنا کہ کاش سر ہوتا

میرے دو جرم

حزب الاحرار کو اے دوست مناؤن کیونکر
وہ رضامند ہو ایسی کوئی تدبیر نہین
چونکہ شمس العلما۔ خان بہادر ہون مین
اسلئے عفو کے قابل مری تقصیر نہین

بازی بازی باریش بابا ہم بازی

آنے لگا ہے ضعف جو کچھ کاروبار مین | بجلی گری ہے غم کی کسی نا امید پر
رہتے نہین حواس بجا انتشار مین | رہ رہ کے طعن ہے مری ریش سفید پر

مدعیان حب قوم اعلی رنگ مین

مت حال پوچھ مدعی حب قوم کا | حج تک گناہ خاص ہے جسکی نگاہ مین
کرتا ہے میری جاہ پسندی کے تذکرے | ڈوبا ہوا ہے خود ہوس عز و جاہ مین

ایضاً

جسکی نظر مین خان بہادر ذلیل ہون | ظاہر مین اسکو کیا ہے ضرورت خطاب کی
پر حق یہ ہے کہ غیر کی حالت کو دیکھ کر | حالت ہے غیر رشک و حسد سے جناب کی

تاریخ تمت

گذارش

اول۔ رسالہ ہذا کے تمام حقوق بنام مشتہر محفوظ ہین اور جس کتاب پر ایجنسی ہذا کی مہر نہوگی مسروقہ سمجہی جاویگی۔

دویم۔ ان مضامین کا وہ حصہ جو آرین جرائد کے جواب مین لکھا گیا ہے زیر ترتیب ہے اگر ناظرین کرام کی خواہش ہوئی تو عنقریب پریس کو بغرض طبع بھیجدیا جاوے گا۔ بلکہ گرانی کاغذ اور اضافہ اخراجات طبع پر نظر کرتے ہوئے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو حضرات ان مضامین کو پسند فرماوین وہ حصہ دوم کے متعلق اپنی رائے اور ارادہ خریداری سے مطلع فرماوین تاکہ اونکے نام نامی درج رجسٹر خریداری کر لئے جاوین اور بعد تیاری فوراً رسالہ ارسال کردیا جاوے ضخامت و قیمت اندازاً یہی ہوگی جو رسالہ ہذا کی ہے۔

خاکسار

محمد صادق حسین